۱۸۵۷ء
کی
دِلّی
مہیشو دیال

مہیشور دیال

دِلّی کے پُرانے اور شریف گھرانے کے نونہال ہیں۔ انہوں نے دِلّی میں جنم لیا اور دِلّی میں پروان چڑھے دِلّی کے رِواجوں اور طریقوں سے واقف ہیں۔ ہندوستان کی اس پُرانی راج دھانی اور اس کی تہذیب سے محبت رکھتے ہیں۔

دِلّی کے ادبی اور تمدنی کاموں سے لگاؤ ہے۔ تجارت کرتے ہیں۔ نئی دِلّی میونسپلٹی کے پُرانے ممبر ہیں اور اس کمیٹی کے صدر اور نائب صدر رہ چکے ہیں۔ ہوم منسٹر کی مشاورتی کمیٹی کے رکن بھی رہے ہیں۔ بھارتیہ کلا کیندر، انڈین نیشنل تھیٹر، انڈین کونسل آف ورلڈ افیئرز، شراف آئی ہسپتال وغیرہ کے ممبر ہیں۔ اور عوام کی خدمت اور بہت سی کمیٹیوں میں بھی حصہ لیتے ہیں بیس سال سے آل انڈیا ریڈیو سے انکے ناٹک اور مضامین نشر ہو رہے۔ اور سُننے والوں کے دِلوں کو لُبھا رہے ہیں۔ آپ نے ۱۸۵۷ء کی دِلّی لکھ کر دِلّی کی تاریخ کی ایک درد بھری داستان کو، جو عام دِلّی والوں کی بہادری اور حُب الوطنی سے بھری ہے سٹیج کے لئے ناٹک کے رُوپ میں سجایا ہے۔ اس ناٹک کو ڈاکٹر تارا چند اور شری گوپی ناتھ امن نے سراہا ہے۔

سنہ ۱۸۵۷ء

کی

دِلّی

از

مہیشور دیال

پیش کش

پنڈت گوبند ولبھ پنت ہوم منسٹر
گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں

مہیشور دیال

بار اوّل ——— ۲ ہزار

قیمت ——— تین روپے

(فوٹو آ ... ہوئی)

ملنے کا پتہ

رسالہ بیسویں صدی دہلی

پیش لفظ

۱۸۵۷ء کی دہکتی آگ میں پُرانا ہندوستان راکھ میں مِل گیا۔ یہ وہ ہندوستان تھا جس کا کسی وقت چار دانگ عالم میں ڈنکا بجتا تھا۔ ایران، تُوران، عرب اور رُوم ہی میں نہیں چین سے لے کر انگلستان تک اِس کی دولت اور عظمت۔ علم و ادب۔ ہُنر اور فن کا سکّہ مانا جاتا تھا۔ تہذیب اور تمدّن کا سُورج اوج پر تھا۔ اور پروانہ وار ایک دُنیا کھچی چلی آتی تھی۔

فرنگ سے پرتگیز آئے، ولندیز آئے اور پھر فرانسیسی اور انگریز، اُنھوں نے راجوں، مہاراجوں، امیر اور نوابوں کی خوشامد کی۔ رعایتیں حاصل کرنے کیلئے تحفے اور نذریں پیش کیں۔ درباروں میں ننگے پیر کھڑے ہو کر سلام، کورنش اور زمین بوسی کی رسمیں ادا کیں۔ آخر کار انگریزوں نے اور فرنگیوں پر بازی جیتی۔ اور ہندوستان میں تجارت قائم کی۔ اِدھر انگریزوں

کا کاروبار بڑھا، اُدھر مغلیہ سلطنت اقتدار کی اُونچی چوٹیوں پر پہنچکر تنزل کی منزلوں سے نیچے اُترنے لگی۔ شاہی خاندان کی خانہ جنگیوں، منصب داروں اور صوبے کے والیوں کی رقابت نے طوائف الملوکی کو ہوا دی۔ سلطنت کی بُنیادیں ڈگمگانے لگیں۔ انگریزوں نے سیاسی نفاق اور امیروں کی خود غرضی سے فائدہ اُٹھایا۔ پہلے مدراس میں، پھر بنگال میں دخل انداز ہوئے میر جعفر کے ذریعے سراج الدولہ کا تختہ اُلٹ دیا۔ بنگال پر تسلط جمایا۔ لیکن اِس طور پر کہ ہندوستانی چونک نہ جائیں۔ شاہ عالم سے صوبے کی دیوانی حاصل کی اور مغلیہ سرکار کے سلسلۂ ملازمین میں شامل ہو گئے۔

انگریز کمپنی کے خزانے بنگال کی لُوٹ سے مالامال ہوئے۔ لالچ کی آنکھیں حکومت کے خواب دیکھنے لگیں۔ نپولین نے انگریزوں کو دکانداروں کی قوم کا خطاب دیا تھا۔ کمپنی کی تمام پالیسی دکانداری کے اصولوں پر قائم تھی۔ کم خرچ اور بالانشیں، انگریزوں نے اپنی فوج میں سستے ہندوستانی بھرتی کئے۔ اور انھیں ہندوستان کو فتح کرنے کا آلہ بنایا۔ اِس پر طرّہ یہ کہ نہ اُن کے دھرم اور مذہب کی حرمت ہوتی تھی نہ اُن کی آبرو و عزت کی پرواہ ہندوستان کی دولت جہازوں میں بھر بھر کر انگلستان جاتی تھی۔ ہندوستانی صنعتوں کو زبردستی ختم کیا جا رہا تھا۔ اور تجارت کے ایسے قانون بنے تھے کہ ہندوستان انگلستان کا مالی غلام ہو کر رہ جائے.

ڈلہوزی نے رہی سہی نیم آزاد ریاستوں پر ہاتھ ڈالنا شروع کیا۔ اَودھ کے تاجدار واجد علی شاہ کو تخت سے اُتارا۔ اور دیس سے نکال دیا۔ گود لینے کی پرانی رسم کو جو ہندو شاستروں کے مطابق تھی مسترد کیا۔ اُوپر کے طبقے میں یاس اور بے چینی کی لہر دوڑا دی۔ لگان اور مال

گزاری کا ایسا بندوبست کیا کہ گاؤں گاؤں میں ناراضی پھیل گئی۔ آخر میں جب فوج میں نئے کارتوس چلائے جن میں سُور اور گائے کی چربی سے لسے پُتے کاغذ چڑھے تھے اور جنھیں کھولنے کے لئے دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا تو غضب اور غصّے کی آگ بھڑک اُٹھی۔ سپاہیوں کی شکایتوں کا انبار ایک بارود خانہ تھا جس میں کارتوسوں نے دیا سلائی کا کام دیا۔ بارکپور سے جو شعلہ اُٹھا، اُس کی لپٹ دم کے دم میں ہندوستان بھر میں پھیل گئی۔۔ ۱۰مئی کے دن میرٹھ کی فوج کے سپاہی اُٹھے۔ انگریز افسروں کو کچلا، قید خانوں کے دروازوں کو کھول "دِلّی چلو" کے نعرے لگاتے ہندوستان کے پایۂ تخت کی طرف روانہ ہو گئے۔

پُرانے ہندوستان کی بُوڑھی رگوں میں خون نے جوش مارا۔ غیروں کے ظلم اور تشدّد کے شرمناک واقعات نے خودداری اور حمیّت کے جذبوں کو اُبھارا۔ پُرانی شان اور وقار کے نقشے دوبارہ آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ جنھوں نے مغلیہ سلطنت کے نظام کو تہہ و بالا کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا تھا، اُن ہی کے وارثوں نے مرکزی قوّت کی ضرورت کا احساس کیا اور اُسے ازسرِ نو زندہ رکھنے کا بیڑا اُٹھایا۔ پیشوا کے وارث نانا صاحب نے بہادر شاہ کی اطاعت قبول کی۔ اودھ کے والی برجیس قدر نے دلّی کے فرمانوں کو سر پر رکھا۔ رُہیلوں کے سردار خان بہادر خاں نے رُہیل کھنڈ میں بہادر شاہ کے نام پر حکومت قائم کی۔ بہار کے تعلقداروں، بنگال کے زمینداروں، راجپوتانہ کے راجوں، مرہٹوں کے رئیسوں، پنجاب اور حیدر آباد میں ایک ہی جذبہ کار فرما تھا۔ یعنی انگریزوں کو نکال کر مغلیہ سلطنت کے اقتدار کو قائم کرنا۔ ۱۱مئی کی صبح میرٹھ کے سپاہی لال قلعہ کے دروازے پر آن موجود ہوئے۔

بادشاہ سلامت کی خدمت میں اُن کی ایک ہی عرض تھی۔ اُن کی خواہش تھی کہ بہادر شاہ ہندوستان کے تخت و تاج کے مالک بنیں۔ بوڑھے، ضعیف، ستمدیدہ بہادر شاہ کے سامنے یہ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ پس وپیش لازمی تھا۔ لیکن اس نے فیصلہ کیا، جو کچھ بھی ہو۔ وہ اپنی سپاہ کا ساتھ دے گا۔ قلعہ معلّیٰ میں تو فوجی سرگرمی تھی۔ انگریزوں کو دہلی سے نکالنے کی تدبیروں پر غور ہو رہا تھا کس کے ہاتھوں میں بادشاہ فوج کی کمان سپرد کریں گے۔ خاندانی عزت کا تقاضا ایک طرف، جنگی کاموں کی اہمیت دوسری طرف۔ شہزادوں کی عمریں لہو لعب میں کٹی تھیں لیکن ہر ایک کے سر پر سپہ سالاری کا جنون سوار تھا۔ تجربہ کار اور سمجھدار افسر کم تھے۔ لڑائی کی مشکلوں کو سلجھانا تھا۔ شہر کو بدامنی اور غارت گری سے بچانا تھا۔ زمانہ نہایت نازک تھا۔ انگریزی انتظام ختم ہو چکا تھا۔ لچّوں اور غنڈوں کو موقع ہاتھ آیا تھا۔ کوئی فرقہ وارانہ جھگڑے اکسانے میں لگا تھا تو کوئی پرانے بدلے چکانے میں۔

شہر میں ہنگامہ تھا۔ آخر شہر کے سبھی رئیسوں، شریفوں، ساہوکاروں کا قلعہ سے تعلق تھا۔ قلعہ کی بات بات شہر میں گونجتی تھی۔ ہندوستانی سپاہیوں کے منصوبے، انگریزوں سے نفرت اور انتقام کے چرچے دلّی کے محلّے محلّے میں ہر آدمی کی زبان پر تھے۔ ۱۱ مئی کے واقعوں نے ہیجان برپا کر دیا۔ جوش وخروش کا دریا اُمنڈ پڑا۔ ہر ایک یہی سوچتا تھا کس طرح انگریزوں کو شہر سے بھگائیں؟ انگریزی قوتوں کے مرکزوں پر قبضہ کریں، آزادی کے جشن رچائیں۔ اِس سو برس پہلے کی دلّی میں جو مغلیہ تہذیب کا گہوارہ تھی، ان واقعات کا کیا اثر ہوا؟ اور ۱۸۵۷ء میں دلّی والوں پر کیا گزری؟ اسے عزیز مہیشور دیال نے اس ناٹک میں

رُو نما کیا ہے۔ مہیشور دیال خود اِس پُرانی دلّی کے ایک ممتاز خاندان کے نونہال ہیں۔ اور انھوں نے اُن بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں جو سَن ستاون کے خونیں واقعوں کے شاہد تھے۔ دلّی کی پُرانی تہذیب کے سائے میں پلے ہیں۔ دِلّی کے پُرانے رنگ ڈھنگ سے واقف ہیں۔ دِلّی کی پُرانی بول چال اور محاوروں سے باخبر ہیں۔ اِنھوں نے کامیابی کے ساتھ ستّاون کی دِلّی کی تصویر کھینچی ہے اِس ڈرامے کی ایک قابلِ ذکر خصوصیت یہ ہے کہ گو اِس کا پس منظر لال قلعہ ہے۔ لیکن اِسکے تمام کردار دلّی کے شہری ہیں۔ اِس میں عوام کی جذباتی کیفیّتوں کا مظاہرہ ہے۔ اثرات قلعہ سے اُٹھتے ہیں، شہر میں پھیلتے ہیں۔ ڈرامے میں شہریوں کا عکس العمل نظر آتا ہے۔ امیر شاہزادے اور حتیٰ کہ بادشاہ بھی جن کی ذات سے ۱۸۵۷ء کا معرکہ وابستہ ہے سٹیج پر نہیں آتے۔ لیکن غائبانہ ڈرامے میں شریک ہیں۔

فن کی حیثیت سے بھی یہ کسوٹی پر کھرا اُترتا ہے۔ ڈرامے کا فن انسان کی اُن عالمگیر ذہنی کیفیتوں پر منحصر ہے جو اخلاقی، سماجی اور نفسیاتی کشمکش کا نتیجہ ہیں۔ اِن کیفیتوں کی ایک تاریخ ہے۔ پہلے متضاد قوّتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوتی ہیں۔ پھر اُن کا تصادم ہوتا ہے۔ اور آخر میں ہاری اور جیتی طاقتوں کے تلاطم میں سکون آتا ہے۔ اِنھیں تین لمحوں کی ترکیب سے ڈرامہ کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ ڈرامہ جو ہمارے سامنے ہے اِس کی تشکیل کا یہی انداز ہے۔

۱۸۵۷ء کا ناٹک ایک ٹریجڈی ہے۔ ظاہر میں ہندوستانیوں کو شکست ہوتی ہے۔ تحریک کے لیڈر یا انگریزوں کے خونخوار انتقام کا شکار بنتے ہیں یا گمنامی میں روٹیوں

کوترستے اپنی عمر تمام کرتے ہیں۔ بہادر شاہ کے بیٹے بُوڑھے باپ کے سامنے سینے پر گولیاں کھاتے ہیں اور دم توڑتے ہیں۔ اور مغلیہ خاندان کا آخری تاجدار وطن سے دُور جیل خانے کی مصیبتوں کو جھیلتا اپنی ناکام زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔

لیکن اِن کالے بادلوں کی تاریکی میں ایک سُنہری کرن کی جھلک دکھائی دیتی ہے اُفق پر دُھندلے آسمان کی سیاہی اُجیالے میں بدلتی نظر آتی ہے۔ آدھی رات کی گہری اندھیاری میں اُمید کی کرن پھُوٹتی ہے۔ یہ نوید دیتی ہے کہ آزادی کا آفتاب طلُوع ہونے کو ہے!

(ڈاکٹر) تاراچند (ممبر راجیہ سبھا)

تعارُف

"۱۸۵۷ء کی دِلّی" اُردو ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اُردو زبان میں ڈرامے کی ابتدا "اندر سبھا" سے ہوئی تھی۔ جسے کچھ اُوپر سو سال ہوئے۔ پچھلی صدی کے ڈرامے یا تو ایک تھا راجہ ایک تھی رانی، قسم کے ہوتے تھے۔ یا پھر حوروں اور پریوں، جنوں اور دیووں کی کہانیوں کو ڈرامے کا رُوپ دے دیا جاتا تھا۔ یا پھر ایک قسم اور تھی یعنی دیوی، دیوتاؤں، اوتاروں کی زندگی کا خاکہ یا کوئی خاص کارنامہ ڈرامے کے رُوپ میں دکھایا جاتا تھا۔ اِس صدی کے شروع میں اندر سبھا کی قسم کے ڈرامے تو مقبول نہیں رہے۔ لیکن دھارمک کہلانے والے ڈراموں کا زور رہا۔ اور اب بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ جو نسل پچھلی صدی کے آخر میں پیدا ہوئی جس سے میں تعلق رکھتا ہوں اُس نے یا تو جاگیر دارانہ نظام میں پرورش پائی یا مذہبی ماحول میں۔ ڈرامہ چونکہ

زندگی کا عکاس ہوتا ہے اِس لئے وہی چیزیں ڈرامائی رُوپ میں مقبول ہوئیں۔ آغا حشر کاشمیری اور منشی نرائن پرشاد بیتاب کو پُرانے اور نئے دَور کی کڑی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ آغا حشر کے ڈرامے چاہے بادشاہوں، نوابوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور بیتاب صاحب کے ڈرامے اوتاروں اور دیوتاوں سے، پھر بھی اُن میں بیچ بیچ میں عوامی زندگی کی جھلک آجاتی ہے۔ "کاروانِ حیات" آغا حشر کے آخری دنوں کا ڈرامہ ہے۔ اُس میں عوامی زندگی کا خاصا نظارہ پیش کیا گیا ہے۔ سینماؤں، خاص طور پر بولتے سینماؤں سے ڈرامے کے رنگ و رُوپ پر اور زیادہ اثر پڑا۔ خاموش سینما تو ہندوستان میں پہلی جنگِ عظیم کے دَوران میں زیادہ مقبول ہوئے تھے۔ لیکن بولتے سینما ۱۹۳۷ء سے رائج ہوئے۔ پہلی جنگِ عظیم نے جاگیردارانہ نظام کی جڑیں ہلادی تھیں۔ اِس کا یہ نتیجہ ہوا کہ عام آدمی کی زندگی کی اہمیت بڑھ گئی۔ اِس کا اثر ڈرامے پر بھی پڑا۔ اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد عوامی زندگی ہندوستان کے پردۂ سیمیں پر بھی مقبول ہونے لگی۔ بڑے بڑے کارناموں کے پسِ پُشت اکثر چھوٹے چھوٹے آدمی ہوتے ہیں۔ مہاتما گاندھی اپنی تحریکوں کے متعلق اکثر کہا کرتے تھے کہ میری زندگی تو منظرِ عام پر ہے۔ لیکن جو گُمنام ہستیاں، یا پسِ پردہ افراد میری تحریکوں کو تقویت دیتے رہے ہیں، بہت کچھ اُن کا کیا ہوا ہے۔۔۔ بشری مہیشور دیال کے ڈرامے کے افراد نہ بادشاہ ہیں نہ بیگم۔ نہ ہندوستانی جاگیردار، نہ فوجی کمانڈر مگر وہ دِل والے ہیں۔ اُن میں سے کچھ حقیقی ہیں اور کچھ فرضی، اور کچھ اِس قسم کے جن کے بارے میں فردوسی کا یہ شعر صادق آتا ہے کہ ؎

منش کردہ ام رُستمِ پہلواں ⁂ دگرنہ یلے بود در سیستاں

میں نے جب اِس ڈرامے کے مسودے کو پڑھا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی ۔ میں مہیشور دیال کو ایک دلّی والے کی حیثیت سے تو ایک مدت سے جانتا تھا ۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اُن کے آبا و اجداد بھی دلّی والے تھے ۔ سیاسی اور نیم سیاسی میدانوں میں بھی اِن سے ساتھ رہا تھا ۔ مگر میں یہ نہ جانتا تھا کہ اِن کا ادبی ذوق اتنا پختہ اور اِن کا اندازِ تحریر اتنا جچا تُلا ہے ۔ ایک ڈرامہ نویس میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ اِن میں سب موجود ہیں ۔ صرف ایک کسر ہے کہ خود نمائی نہیں ۔ شاید وہ اِس کے قائل ہیں کہ :۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

مگر انھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ادبی اور سیاسی بلکہ اجتماعی زندگی کے ہر شعبے میں لوگوں کی ناکیں اتنی خراب ہو چکی ہیں کہ عطار کے بیان کے بغیر کام نہیں چلتا ۔ مجھے اِس کا بہت تلخ تجربہ ہے ۔ ادبی زندگی میں بھی اور سیاسی زندگی میں بھی ۔ ابھی مہیشور دیال جوان ہیں ۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ اُن میں جو ادبی جوہر موجود ہیں وہ اُن کی عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کریں گے ۔ لیکن کیا اُن کی پبلک لائف اِس کی اجازت دے گی ؟ مولانا آزاد جیسے بالغ نظر عالم کا کہنا ہے کہ ادب اور سیاست میں بَیر ہے ۔ میں نے بھی اپنے چھوٹے سے دائرے میں اسے محسوس کیا ہے ۔ میں یہ چند سطریں لکھ رہا تھا کہ کچھ لوگ محلّے کی کشمکش لے کر آ گئے ۔ کچھ دستخط کرانے آ گئے ۔ یہی کیفیت اِس ڈرامے کے مصنف کی تھی جب میں اُن کے یہاں بیٹھا اِس ڈرامے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا ۔

ع ۔ جہاں بندوق چلتی ہے وہاں جادو نہیں چلتا

اگر میری طرح انھوں نے بھی بندوق اور جادو ایک ساتھ چلانے کی کوشش کی، تو خدا اُن کی حالت پر رحم کرے۔ ادب میں بھی اکھاڑے بنے ہوئے ہیں۔ اور ایسے اکھاڑے کہ ؎

عیدو والوں کا ہے اگر پٹھا ؛ شیخو والوں میں جا نہیں سکتا

نہیشور دیال نہ عیدو والوں میں ہیں نہ شیخو والوں میں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ "۱۸۵۷ء کی دِلّی" اُن کا شاندار کارنامہ ہے۔

منشی جی اپنی زبان بولتے ہیں اور لالہ جی اپنی، منہارن کا اندازِ گفتگو اپنا ہے اور نوکر چاکر بازاری زبان بولتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ سب دِلّی کی زبان بولتے ہیں۔ اِس ڈرامے کا مقابلہ اِس اعتبار سے ایچ۔ جی۔ ویلز کے ڈراموں سے کیا جا سکتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اِس ڈرامے کے مصنّف نے ایک ایک لفظ کی جانچ کی ہے۔ اور ؏

برائے پاکیٔ لفظے شبے بہ روز آرد

کا ثبوت دیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اُن کا یہ ڈرامہ نہ صرف دِلّی والوں میں، بلکہ دُنیائے ادب میں مقبول ہو گا۔ اور میری یہ دعا ہے کہ ؏

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

گوپی ناتھ امن

۲۶ اگست ۱۹۵۷ء

۱۸۵۷ء
کی
دِلّی

از

مہیشور دیال

افراد

(جس طرح سامنے آتے ہیں)

نتھو

چوکیدار

گلشن

گامی خاں

مادھو

بھوجی

کنھیا

چھوٹی بنّو

بڑی بنّو

مُنشی جی

میر صَاحب

لالہ جی

لالہ جی کی بہوُ

اشرفی

امرتی

پہلوان

مولوی صاحب

محمّد یوسف

مادھو کی دُلہن

چند شہری

پہلوان کے چند پٹھّے

چند آوازیں

(منظر)

مغلیہ زمانے کا ایک دو منزلہ مکان۔ مکان کے بیچوں بیچ ایک چوڑا صحن۔ صحن میں ایک فوارہ ہے۔ سٹیج کے بائیں طرف دیوان خانہ اور اُس کے آگے چبوترہ ہے۔ داہنی طرف زنانخانے کی ڈیوڑھی کا دروازہ ہے۔ صحن کے سامنے محراب دار ڈیوڑھی ہے ڈیوڑھی میں داہنی طرف اُوپر کی منزل میں جانے کی سیڑھیاں ہیں۔ ڈیوڑھی کا دروازہ باہر گلی میں کُھلتا ہے۔

(پردہ اُٹھنے سے پہلے)

بھاٹ۔ "یہ دِلّی وہ دِلّی ہے جس کا سُہاگ بار بار لُٹا پھر بھی سدا سُہاگن ہی کہلائی سلطنتیں آباد ہوئیں۔ برباد ہوئیں۔ لیکن اِس کا چمن یوں ہی ہرا بھرا رہا

اِس کی زمین میں وہ کشش ہے جو یہاں آیا۔ بس یہیں کا ہو رہا۔ دل لے لیتی ہے۔ جبھی تو اِس کا نام دِلّی ہے۔ آیئے آج آپ کو بھی ۱۸۵۷ء کی دِلّی میں لے چلیں۔ اُس دِلّی میں جس کی بولی ٹھولی کا لُطف ہی کچھ اور تھا۔ یہ دِلّی اور دِلّی والوں کی کہانی ہے۔۔۔۔۔ کہانی نہیں، حقیقت۔۔۔۔ آپ اِس ڈرامے میں نہ بادشاہ سلامت دیکھیں گے نہ بیگمات اور شہزادے۔۔۔۔ نہ انگریز اور نہ دیسی سپاہی۔۔۔ بس صرف دِلّی کے چند شہری۔۔۔۔ شریف اور بھلے مانس۔۔۔ غُنڈے اور بدمعاش۔۔۔ بُزدل اور ڈرپوک۔۔۔ بہادر اور جوانمرد!"

ہاں تو بھاگن کا سماں ہے اور منشی جی کا مکان

پہلی مجلس

(نتّھو اُوپر کی منزل سے نیچے آتا ہے۔ کندھے پر جھاڑن پڑا ہے۔ ہاتھ میں جھاڑو ہے۔ مسند پر بچھے ہوئے فرش کی سلوٹیں نکالتا ہے۔ سب چیزیں قرینے سے رکھتا ہے۔ کام کرتا جاتا ہے، گُنگُناتا جاتا ہے۔ گلی کا چوکیدار داخل ہوتا ہے۔ ایک ہاتھ میں لٹھ اور دوسرے میں لالٹین ہے۔)

چوکیدار۔ "نتّھو بھیّا! ہولی گا رہے ہو کیا؟"

نتّھو۔ (مُڑ کر) "اوہ! چوکیدار جی؟ تم۔۔۔؟ رام رام!"

چوکیدار۔ "جے رام جی کی۔ ۔ ۔ ۔ (تمباکو پھانکتے ہوئے) کہو کیا ارادہ ہے؟ چھپنے لگی کیا؟"

نتھو۔ "ارے بھیا! کیسی بھنگ اور کیسی دارو! نتھو رام تو یوں ہی مست ہیں۔ منشی جی کے بچے بھلے اور ہم بھلے۔ ہمیں کہاں فرصت اِن باتوں کی۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر آج تو ہولی کا دن ہے۔ آج تو ویسے ہی اُودھم مچے گا۔ مہمانوں کا آنا جانا رہے گا۔"

چوکیدار۔ "شہر میں آج بڑی ہلچل ہے۔ جدھر دیکھو آدمی ہی آدمی۔"

نتھو۔ "ہولی کا دن جو ہوا۔ لوگ رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔"

چوکیدار۔ "نہیں بھائی! یہ بات نہیں، معاملہ کچھ اور ہی ہے۔"

نتھو۔ "تو پھر کیا بات ہے؟"

چوکیدار۔ "لوگ بہت بے چین دکھائی دیتے ہیں۔"

نتھو۔ "کیوں؟"

چوکیدار۔ "کسی نے کل رات جامع مسجد کی دیوار پر ایک اشتہار چپکا دیا۔ بس بھڑک اُٹھے ہیں سب لوگ۔"

نتھو۔ "کیسا اشتہار؟"

چوکیدار۔ "ایک کاغذ کا پُرزہ سا کہتے ہیں کوئی لگا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پتہ نہیں کہاں غائب ہو گیا۔"

نتھو۔ "یہ تو سن لیا۔ پر لکھا کیا تھا اُس میں؟"

چوکیدار۔ کہتے ہیں تھوڑے دنوں میں جنگ ہونے والی ہے۔ باہر سے بادشاہ آ رہے ہیں۔"

نتھو۔ "ایسے ہی کسی نے اُڑا دی ہو گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ دِلّی ہے دِلّی! ہو گا کوئی مست قلندر۔"

چوکیدار۔ "مست قلندر نہیں، ایک فرشتہ! رات کو آسمان سے اُترا اور اشتہار لگا کر اڑ گیا۔"

ننھّو۔ "تُو چوکیداری کرے ہے یا سووے ہے۔ ... فرشتوں کے سپنے آرہے ہیں اِسے!"

چوکیدار۔ "تُو تو کبھی میری بات مانتا ہی نہیں۔ ہر وقت ہنسی اُڑاتا ہے۔ باہر جائے گا تو خود ہی پتہ چل جائے گا۔"

(چوکیدار ڈیوڑھی کی طرف جاتا ہے)

ننھّو۔ (آواز لگا کر) "اے بھیا چوکیدار! یہ لالٹین آج ڈیوڑھی میں مت رکھنا۔ ہولی کھیلنے والے آتے ہوں گے۔ کوئی ایسی ٹھوکر مارے گا کہ لالٹین کی کرچیں بھی نہیں ملیں گی۔

چوکیدار۔ "تو کہاں رکھوں پھر؟"

ننھّو۔ "اُوپر لے جا کوٹھریا میں میری۔"

(چوکیدار اُوپر جاتا ہے۔ گلشن آتی ہے)

گلشن۔ "اَئے ہئے۔ پھرتے پھرتے کمر ٹوٹ گئی! اے ننھّو! او ننھّو!! ذرا ٹوکرا تو اُتروائیو!"

ننھّو۔ "او ہو۔ آ گئیں بی نخریلی۔ حکم چلاتی۔ لو صبح ہو گئی بی گلشن کی!"

گلشن۔ "بوجھ تلے دم نکلا جا رہا ہے۔ لے اب اُتروا بھی دے!"

ننھّو۔ "ذرا صبر کرو بی! کمرہ تو صاف کر لوں۔"

گلشن۔ (پریشان ہوکر) "خدا کی قسم! دیکھو تو سہی کیسا انسان ہے؟ ذرا ہاتھ لگا دے نا۔"

ننھو۔ "نزاکت تو دیکھو!"

گلشن۔ "تجھے دل لگی سوجھ رہی ہے۔ یہاں جان پر بنی ہے۔"

ننھو۔ "چار چوڑیاں ٹوکرے میں ہیں۔ اور کہتی ہے جان پر بنی ہے!"

گلشن۔ "ہائے اللہ! اتنا جھوٹ؟ توبہ.... توبہ.... اتنے لچھے چوڑیوں کے سر پر دھرے ہیں۔ اس دیدے پھوٹے کو چار ہی نظر آرہے ہیں!"

ننھو۔ "اچھا نہ کرنے دے کام۔ چل پہلے تیرا ٹوکرا ہی اتروا دوں۔"
(ننھو ٹوکرا پکڑتا ہے)

گلشن۔ (ٹوکرا اتروانے سے پہلے) "اللہ تیری عمر میں برکت دے۔ صاحبِ اقبال بنائے!"

ننھو۔ "پھر وہی بات؟ خبردار جو مجھے کوسا!"

گلشن۔ "اے تجھ پر خدا کی مار! کیسا جُلمی ہے۔ میں تو دعائیں دے رہی ہوں۔ اور یہ اُلٹا مجھے بُرا بھلا کہہ رہا ہے۔"

ننھو۔ "نہ مُنھ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ بددعائیں دے دے کر مجھے مارنے کا ارادہ ہے کیا؟ میں کوّے کھا کر تھوڑا ہی آیا ہوں۔ اب کب تک جیوں گا۔"

گلشن۔ "اچھا اب اُتروا بھی دے۔ بوجھ سہا نہیں جاتا!"
(ننھو ٹوکرا اُترواتا ہے۔ گلشن پھسکڑا مار کے بیٹھ جاتی ہے۔
چوکیدار نیچے آتا ہے۔ گلشن کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔)

چوکیدار۔ "بی سلام!"

گلشن۔ "سلام بھائی سلام! اچھے ہو؟"

چوکیدار۔ "کیوں ننّھو! گلشن سے پوچھوں۔ شاید اسے معلوم ہو۔"

ننّھو۔ "تجھے تو ایک بات کی دُھن لگ جاتی ہے۔ اِس بچاری کو کیا معلوم۔"

گلشن۔ "کیا ہوا؟"

ننّھو۔ "اری بھاگوان! اپنے سر سے اینڈوی تو اُتار لے!"

گلشن۔ "ہائے! میں تو بھول ہی گئی! (اینڈوی اُتار کر) ہاں اب سُنا!"

چوکیدار۔ "تُو نے سُنا...... یہ سب لوگ اشتہار کی بات......"

گلشن۔ (چونک کر) "اشتہار! کیسا اشتہار!؟"

چوکیدار۔ "جامع مسجد پر رات بڑی بھیڑ تھی!"

گلشن۔ "جامع مسجد پر بھیڑ نہ ہو گی تو کیا تیرے گھر پر ہو گی؟"

چوکیدار۔ "ایسی بھیڑ کہ نہ عید پر نہ بکرا عید پر!"

گلشن۔ "اے میں بھی کہوں کیا کہہ رہا ہے۔ وہ جامع مسجد والے اشتہار کی بات ہے؟ ایران کا بادشاہ آ رہا ہے۔ حضور جہاں پناہ نے بُلایا ہے اپنی مدد کو!"

ننّھو۔ (چوکیدار کی طرف اشارہ کر کے) "اِس نے فرشتہ دیکھا (گلشن کی طرف اشارہ کر کے) اور اِس نے ایران کا بادشاہ! (اپنی طرف اشارہ کر کے) ہم کورے کے کورے رہ گئے۔"

چوکیدار۔ "ہیں! گلشن، ایران کا بادشاہ؟ اور کیا لکھا تھا اشتہار میں؟"

گلشن۔ "ہائے میں کیا جانوں، میرے لئے تو کالا اچھر بھینس برابر۔"

چوکیدار۔ "بی! کچھ سُنا تو ہوگا؟"

گلشن۔ "ہاں ہاں!! یہ ہی کہ رُوس کی فوجیں آرہی ہیں، اِن موئے فرنگیوں کو مارنے۔"

ننّھو۔ "سُن لیا چوکیدار! فوجوں کی سردار ہے یہ! جا! بھئی جا!! اپنا کام کر۔ اِس کی باتوں میں کہاں آگیا۔ یہ سب چنڈو خانے کی خبریں ہیں۔ آجائے گا جسے آنا ہوگا ہمیں کیا؟"

(ننّھو چلتا ہے)

گلشن۔ "ارے ہاں! تیرا کیا جائے۔ کوئی بھی آئے۔ تُو تو بس پڑا پڑا اینڈا کر (چوکیدار سے) کیوں جی چوکیدار جی! اب تم ہی بتاؤ۔ ہمارا ملک، ہمارا بادشاہ، ہمارا روپیہ پیسہ سب چھین لیا اِن مُوئے فرنگیوں نے۔ غصّہ نہ آئے؟"

ننّھو۔ (پلٹ کر) "ہتھوڑا ایسے مار اُن کے سر میں۔ جیسے یہی کچھ کرے گی!"

گلشن۔ "تُو مت بول۔ تُو تو چوڑیاں پہن لے چوڑیاں! ہاں! ہاں!! ہمارے بس کا جو کچھ ہوگا کرلیں گے۔ عورتوں کو سمجھا کیا ہے تُو نے؟"

(ننّھو اندر چلا جاتا ہے)

چوکیدار۔ "لیکن گلشن اِن فرنگیوں سے کون لڑے گا، کس کی طاقت ہے؟"

گلشن۔ "جسے دُکھ ہوگا، جسے تکلیف پہنچے گی۔ آج دِلّی میں کون سا ایسا ہے جو خوش ہو۔

سب تنگ آچکے ہیں۔ کیا بادشاہ، کیا رعیت، سب کو تباہ کر ڈالا اِن فرنگیوں نے۔ غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔"

چوکیدار۔ "تُو ٹھیک کہتی ہے گلشن۔ اِس غلامی کی زندگی سے تو آزادی کی موت اچھی!"

گلشن۔ "اور تو اور یہ کمبخت ہمارا دین ایمان بگاڑنے پر تُلے ہیں۔ مذہب بدلنے کی کوشش"

چوکیدار۔ "کیا کہا گلشن! ہمارے دھرم پر حملہ؟"

گلشن۔ "ہاں! ہاں!! چاہتے ہیں سب عیسائی ہو جائیں۔ یہ مندر اور مسجد گرجا گھر بن جائیں۔"

چوکیدار۔ "کرسٹان بنانا چاہتے ہیں ہم کو۔ ۔ ۔ ۔"

گلشن۔ "غریب غربا کیا کریں بچارے، زبان کھول نہیں سکتے۔ اُن کے پنجے میں آجاتے ہیں۔"

چوکیدار۔ (کڑک کر) "اِن فرنگیوں نے ہمارے دھرم کا ناس کیا تو ہم اِن کا سر کچل دیں گے۔"

(گامی خاں ڈیوڑھی سے جھانکتا ہے)

گلشن۔ (چونک کر) "ہیں! یہ کون؟"

چوکیدار۔ (پلٹ کر) "کیا ہوا گلشن؟"

گلشن۔ "ابھی ابھی ڈیوڑھی سے کوئی جھانک رہا تھا۔"

چوکیدار۔ (اُونچی آواز میں) "کون ہے باہر؟"

(گامی خاں اندر آتا ہے)

گامی خاں۔ "مادھو ہے؟ ذرا بُلا دو اُسے۔ کہنا گامی خاں آیا ہے ہولی ملنے۔ (آواز دیتا ہے) مادھو!!"

گلشن۔ "ہولی ملنے؟ مادھو سے؟ تو اِس کا کب سے دوست ہوا؟"

گامی خاں۔ "تو کون ہے بیچ میں دخل دینے والی۔۔۔۔ منہارن کہیں کی!"

گلشن۔ "اے خبردار جو زیادہ چیں چپڑ کی۔ گُدّی سے کھینچ لوں گی زبان، سمجھا کیا ہے تُو نے، ہاں نہیں تو۔۔۔ میں تیری سب باتیں جانوں ہوں؟"

گامی خاں۔ "جا جا! کسی اور پر دھونس جمانا۔ جانتی نہیں، میں کون ہوں؟"

چوکیدار۔ (لٹھ اُٹھا کر اور گامی خاں کے قریب جا کر) "کون ہو جی تم۔۔۔ شرم نہیں آتی عورتوں سے لڑتے اور گھر میں گھُستے۔ جاؤ۔ جاؤ۔ باہر جاؤ!"

(گامی خاں باہر جاتا ہے۔ مادھو آنکھیں ملتا ہوا آتا ہے)

(رات کا باسی ہار سُونگھ رہا ہے)

مادھو۔ "یہ سویرے سویرے ہمیں کس نے پُکارا؟ جانتے نہیں ہم آرام فرما رہے ہیں۔ شرم نہیں آتی ہمیں جگاتے۔ ہائے! ہائے!! کیا حسین خواب تھا۔ مزہ کرکرا ہو گیا۔

(گامی خاں باہر سے آواز دیتا ہے)

مادھو۔ "یہ کون کمبخت چلا رہا ہے۔ گلا پھاڑ رہا ہے؟"

چوکیدار۔ "اپنا نام گامی خاں بتاتا ہے۔ کہتاہے میں حضور کا دوست ہوں۔"

مادھو۔ "کون؟ گامی خاں! ابھی کماں کر دیا۔ پہلے سے کیوں نہ بتایا؟ دوست کہتے ہو میاں، وہ تو میرا جگری ہے جگری۔ آیا پیارے آیا!! (مادھو گنگناتا ہے) "مارے نینوا کے بان!"

(مادھو گاتا ہوا باہر جاتاہے)

گلشن۔ "خدا خیر کرے مجھے تو لچھن اچھے نظر نہیں آتے، مادھو کی اس سے دوستی اچھی نہیں۔"

چوکیدار۔ "کون تھا یہ گلشن؟"

گلشن۔ (چوکیدار کو قریب بلا کر سمجھاتی ہے) "بس دھیان رکھیو میں نے جتلا دیاہے تجھے!"

چوکیدار۔ "تو فکر نہ کر گلشن! ایسے ایسے میں نے کتنے ہی دیکھے ہیں۔"

(نتھو آتا ہے، ہاتھ میں دو پیڑے ہیں)

نتھو۔ "کیا بات ہے چوکیدار؟ ابھی تک یہیں ڈٹے ہو؟ اُلجھ گئے گلشن کی باتوں میں؟"

گلشن۔ (چوکیدار سے) "تو بڑا بہادر معلوم ہوتاہے۔ تیرے جیسے ہی تو بیڑا پار کرینگے!"

(چوکیدار مونچھوں پر تاؤ دیتاہے)

چوکیدار۔ "ایک دفعہ میرے ہتھے چڑھ جائیں یہ فرنگی۔ پھر دیکھیو مار مار کر کچومر نکال دونگا۔"

(نتھو ہنستاہے)

چوکیدار۔ "نتھو بھیا! تمھارے بس کا کچھ نہیں۔ تم تو املی کے پتّے پر ڈنڈ پیلو!"

گلشن۔ "کیوں رے نتھو! بہو جی سے کہہ دیا منہارن بیٹھی ہے۔"

نتھو۔ "ہاں! ہاں!! کہہ دیا، ابھی آرہی ہیں۔"

(چوکیدار جاتا ہے۔ گلشن چوڑیاں کھولتی ہے۔ لچھّے زمین پر رکھتی ہے۔ نتھو پڑھے بچھا کر زنانخانے کی طرف جاتا ہے۔ بہو جی آتی ہیں)

بہو جی۔ (زنانخانے کی ڈیوڑھی سے) "اَے! گلشن نے تو غضب کر دیا۔ اِتنا دن چڑھ آیا! (پاس آکر) تہوار کے دن تو جلدی آنا تھا۔ ابھی سب لوگ آتے ہونگے ہم تو۔۔۔۔۔"

گلشن۔ "اَے کیا بتاؤں بہو جی! ایک گھر جانا ہو تو کہوں۔ کہاں جاؤں، کہاں نہ جاؤں لالہ جی کے یہاں، دیوان جی کے، پنڈت جی کے گھر سے نکلی سیدھے دریبے گئی موتی بازار رکی۔ مالی واڑے اٹکی۔ اور اب۔۔۔۔"

بہو جی۔ "اچھا گلشن سارے گھروں میں جھانکتی پھر رہی ہو۔ کوئی لڑکا بنّوں کے لئے بھی تو بتاؤ۔ سیانی ہوگئی۔ اب کب تک گھر میں بیٹھی رہے؟"

گلشن۔ "اے بہو جی تمھیں شادی بیاہ کی سوجھ رہی ہے۔ کچھ خبر بھی ہے، دلّی میں کیا ہونے والا ہے؟"

بہو جی۔ "مجھے کیا معلوم کیا ہونے والا ہے؟ تو ہی بتا۔ خبروں کا پٹارہ ہے تو تو۔"

گلشن۔ "لو اور سنو! اچھی اندر گھسی بیٹھی رہو۔ ساری دنیا تو باتیں کر رہی ہے۔ اِنھیں

پتہ ہی نہیں۔"

بہو جی۔ "ارے بتا بھی چُک !"

گلشن۔ "اللہ نے چاہا تو تھوڑے دن میں سب طرف سُکھ ہی سُکھ ہو گا۔ چین کی بنسری بجے گی۔ ہمارے دُکھ دلدر دُور ہوں گے۔ ہمارا راج ہو گا۔ قلعہ کی آن، دِلّی کی شان دو گنی ہو جائے گی۔"

بہو جی۔ "یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو گلشن! ہمارا راج ہو گا؟ قلعہ کی آن، دِلّی کی شان... مُوئے فرنگی جا رہے ہیں کیا؟"

گلشن۔ "ایک بھاری طوفان آئے گا۔ آندھیاں چلیں گی۔ بڑے بڑے پیڑ اُکھڑ کر ہوا میں اُڑیں گے۔ دھرتی ہلے گی۔ اور پھر! اور پھر یہ تارے، یہ چاند، یہ سُورج، یہ آسمان، سب ناچ اُٹھیں گے!"

بہو جی۔ "سپنا دیکھا ہے کیا؟"

گلشن۔ "اللہ کرے میرا سپنا سچّا ہو۔ میں نے منّت مانی ہے۔ میں تب ہی چین سے بیٹھوں گی جب اِن فرنگیوں کا خاتمہ ہو گا۔"

بہو جی۔ "تمھارا اِن فرنگیوں نے کیا بگاڑا؟"

گلشن۔ "بگاڑا! اِنھوں نے میرا کیا نہیں بگاڑا۔ مخبری کی جھوٹی شکایت پر میرے میاں کو سرِ بازار بندوق کے کُندوں سے مار مار کر لہُولہان کر دیا۔ کمبختوں نے جان لے کر چھوڑی۔ میرا بھائی اُنھیں بچانے گیا۔ اُسے بھی جیل میں ٹھونس

دیا۔ میں اِن لال مُنھ والوں سے بدلہ لے کر چھوڑوں گی۔"

بہو جی۔ "آہستہ بولو گلشن آہستہ! کہیں کسی نے سُن لیا تو؟ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں دِلّی میں کمپنی کا راج ہے!"

گلشن۔ "بھاڑ میں جائے ایسا راج! جہاں چین نہ آرام! مُوئے کہتے ہیں۔ خلقت خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا۔ ۔ ۔ (ناک بھوں چڑھا کر) ہوں! حکم بھی بادشاہ کا کیوں نہیں؟

بہو جی۔ "ہاں! گلشن سچ کہتی ہو۔ اپنا راج اپنا ہی ہوتا ہے۔ اِن فرنگیوں کو ہم سے کیا ہمدردی۔ ۔ ۔ لیکن ہم عورتیں بچاری کریں تو کیا کریں؟"

گلشن۔ "عورتیں بہت کچھ کر سکتی ہیں بہو جی! چاند بی بی بھی عورت تھی۔ نُور جہاں بھی عورت ہی تھی۔ اہلیا بائی، پدمنی، سیتا، ساوتری نے کیا کچھ نہیں کیا؟"

بہو جی۔ (بات کاٹ کر) "تو کیا سچ مچ ہمارا راج ہو گا، وہ دن کتنے اچھے ہوں گے میرے تو یہ مادھو کنھیا حضور جہاں پناہ کے پاس ہی رہیں گے پھر۔"

گلشن۔ "قلعہ ہے تو سب کچھ۔ ہزاروں کی روٹی روزی، ہزاروں کی زندگی اِسی سے ہے اللہ کرے ہمارے دن پھر جائیں اور قلعہ کی شان اور دِلّی کی رونق دوگنی ہو جائے!"

بہو جی۔ آج ہولی کا جشن ہے۔ یہ (منشی جی) آج لال حویلی ہی گئے ہیں۔ بس آئیں گے تو حضور جہاں پناہ کی کرامات کا حال سُنائیں گے۔ قلعہ میں یہ ہوا۔ قلعہ میں

وہ ہوا۔"

گلشن۔ "جی چاہتا ہے قلعہ کی باتیں ہوتی رہیں اور میں سُنتی رہوں۔"

بہو جی۔ "قلعے میں گئی ہو کبھی؟"

گلشن۔ "اے میری کیا اوقات! پر ایک مُنھ بولی بہن ہے میری، ڈنکا بیگم کی ڈیوڑھی پر!"

بہو جی۔ (ہنس کر) "ڈنکا بیگم!؟"

گلشن۔ "اے تم نے سُنا نہیں، نواب زینت محل، ملکہ عالیہ کو اب تو سب ہی ڈنکا بیگم کہتے ہیں۔ قلعے سے لال کنوئیں جب اپنے محل میں جاتی ہیں تو ڈنکا بجتا ہے۔"

بہو جی۔ "بادشاہ سلامت کی چہیتی بیگم، اور قلعے سے دُور، یہ کیوں؟"

گلشن۔ (آہستہ سے) "کہیو نہیں کسی سے۔ حضورِ والا سے روٹھ گئی ہیں۔ شاید اپنے بیٹے جواں بخت کو ولیعہد بنانا چاہتی ہیں۔"

بہو جی۔ "اری گلشن! یہ تو بتا، یہ سب کے سب شہزادے تخت پر بیٹھیں گے کیا؟"

گلشن۔ "حضورِ والا تنگ آگئے ہیں۔ لیکن جانتے ہیں کہ یہ سب کام فرنگی کا ہے۔ بچارے کیا کریں۔ اِس کے سوا کہ اپنے دُکھ درد کو رو لیتے ہیں۔ اُن کے آنسو شعر بن کر نکلتے ہیں۔ تم نے تو سُنا ہی ہو گا۔"

(گلشن ظفر کا شعر مرثیہ کے انداز میں پڑھتی ہے)

"اے ظفر اب ہے تجھی تک انتظامِ سلطنت
بعد تیرے نے ولیعہدی نہ نامِ سلطنت"

(گلشن ضبط نہیں کرپاتی، آنسو نکل آتے ہیں۔ آنچل سے پونچھتی ہے۔ بہو جی چوڑیاں پہننے کو ہاتھ بڑھا دیتی ہیں۔ گلشن چوڑیاں پہناتی ہے)

گلشن۔ "کنھیا بیٹا کہاں ہے آج ؟ دیکھا نہیں چاند کو۔ بہت جی بھٹک رہا ہے!"

بہو جی۔ "ہولی کھیلنے میں مست ہوں گے۔"

گلشن۔ "بس یوں کہوں تھی، دھیان رکھنا بچے کا۔ پتہ نہیں ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو جائے!"

بہو جی۔ "کیوں کیا بات ہے؟ بتاؤ تو سہی!"

گلشن۔ "اِس فرنگی کو کیا سمجھا ہے تم نے؟ روز چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ کرلے جاتے ہیں اور عیسائی بنا لیتے ہیں۔"

بہو جی۔ "ہیں! کیا کہا گلشن! ایسے بُرے ہیں یہ کمبخت۔ دھرم نشٹ کر رہے ہیں؟"

(کنھیا آتا ہے۔ بہو جی چلتی ہیں)

گلشن۔ "چھوٹی بڑی بنّوں چوڑیاں نہیں پہنیں گی ؟"

بہو جی۔ "ابھی بھیجتی ہوں۔ (کنھیا کو دیکھ کر) ارے بٹیا کنھیا! ارے میرے چاند! کہاں تھا تو؟ ذرا یہاں تو آ!"

کنھیا۔ "اچھا گلشن تم! ٹھہر جاؤ میں گت بناؤں گا تمھاری۔ ابھی لاتا ہوں پچکاری!"

(کھنیا اندر جاتا ہے۔ چھوٹی بڑی بنّوں بھاگتی ہوئی آتی ہیں)

چھوٹی بنّوں۔ "بی گلشن آگئیں تم! فرصت مل گئی؟ اگلی ہولی پر آجاتیں تو کیا بگڑ جاتا؟ (پاس آکر) کہاں ہیں میری گنگا جمنی چوڑیاں۔ کہتی تھی تیرے لئے نوگریاں، دست بند، کڑے، کنگن، جھُمکے اور جوشن لاؤں گی۔ اب لا! لا!!" (گردن مٹکاتی ہے)

(چھوٹی بنّوں ایک گچھا چوڑیوں کا اٹھا لیتی ہے۔ گلشن ہاتھ جھٹک دیتی ہے)

گلشن۔ "صبر کر لڑکی، صبر! ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی۔ میں چوڑی والی ہوں، یا جوہرن۔ جب آئے گی دھونس جماتی، دیکھ (بڑی بنّوں کی طرف اشارہ کرکے) ایک یہ بہن بھی تو ہے تیری۔ کیسی سیدھی ہے میری لاڈو! چاند سا بنا آئے گا اس کا! اور تیرا تو کسی نکٹے سے بیاہ ہوگا!"

چھوٹی بنّوں۔ "تجھ سے تو اچھی ہی رہوں گی۔ تیرا تو بڑے نواب گلفام سے بیاہ ہوا تھا نا!"

بھوجی۔ "خبردار اے بنّوں! نہ بڑوں کا لحاظ نہ چھوٹوں کی شرم!"

گلشن۔ "اے ہاں! دیکھو تو سہی لڑکی کو کیسی بڑبڑ زبان چلے ہے اس کی!"

بھوجی۔ "چلو چلو! زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ پہنو چوڑیاں جلدی سے۔"

(گلشن چوڑیاں پہنانا چاہتی ہے۔ لیکن کبھی چھوٹی بنّوں اور کبھی بڑی بنّوں ہاتھ بڑھا دیتی ہے)

گلشن۔ "اے پہننا ہے تو پہنو۔ نہیں تو میری جان بخشو، میں چلی۔"

(گلشن کچھ چوڑیاں دونوں لڑکیوں کے لئے نکال کر رکھ دیتی ہے۔ اور اپنی پوٹلی باندھتی ہے)

بہو جی۔ (بٹوہ کھول کر پیسے دیتی ہیں) "لو گلشن، اپنا حساب کرلو۔"

گلشن۔ "جگ جگ جیو دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔"

(بہو جی اندر جاتی ہیں۔ گلشن ٹوکرا اٹھا کر چلنا چاہتی ہے۔ لیکن چھوٹی بنّوں سر سے اینڈوی اُتار لیتی ہے۔)

چھوٹی بنّوں۔ "ہم نہیں جانے دیں گے۔ پہلے ایک بات بتاؤ!"

گلشن۔ "ارے چھوڑ دو بھی!"

بڑی بنّوں۔ "اے گلشن! کل یہاں ایک بڑھیا آئی تھی۔ لال لال آنکھیں تھیں اُس کی غصّے سے بھری تھی۔ کہتی تھی، میں فرنگی کا خون پیوں گی۔"

گلشن۔ "اچھا!"

چھوٹی بنّوں۔ "شاید ایک بنجارن تھی، بولی (نقل بنا کر) بچّو! جُوالا جاگ اُٹھی ہے۔ دھرتی پھٹے گی اور اِن فرنگیوں کو بھسم کر دے گی ــ!"

بڑی بنّوں۔ "کون تھی یہ بڑھیا؟"

گلشن۔ "بات کی پکّی، قول کی سچّی۔ اُس کی بات جھوٹی نہیں ہوتی۔"

چھوٹی بنّوں۔ "کہتی تھی سَو برس ہوئے اِن فرنگیوں کے راج کو۔ اب اِن کا خاتمہ سمجھو۔"

بڑی بنّوں۔ "جس دن اِن کا راج ختم ہوگا، میں مٹھائی باٹوں گی۔ اپنی گڑیا کا بیاہ رچاؤں گی"

(دُور گلی میں شور سُنائی دیتا ہے۔ ہولی کھیلنے والے ہولی کے نعرے لگاتے ہیں)

چھوٹی بنّوں۔ "بھاگ جاؤ بڑی بی! بھاگ جاؤ! آگئے ہولی والے"

گلشن۔ (بوکھلاکر) "ہائے اللہ خیر! اُدی اللہ خیر! (ٹوکرا اُٹھانا چاہتی ہے، اُٹھتا نہیں) نتھّو! اے نتھّو!! ارے مُونڈی کاٹے تیرا ستیاناس جائے۔!"

(منشی جی آتے ہیں)

منشی جی۔ (گلشن سے) "اتنی گھبراہٹ۔ توبہ!"

(گلشن دوپٹہ نیچا کرلیتی ہے۔ چھوٹی بڑی بنّوں منشی جی سے لپٹ جاتی ہیں)

منشی جی۔ "بی گلشن! مزاج بخیر!؟"

گلشن۔ "اللہ کا فضل ہے، جیتی ہوں سرکار!"

منشی جی۔ "خاص بازار اور خانم کے بازار میں سب اچھے ہیں؟ کام کاج کا کیا حال ہے؟"

گلشن۔ "اے حضور اچھے بچے کیا؟ سب کا کام مندہ ہے۔ البتہ لُوہاروں کی چاندی ہے آجکل، تلوار، برچھی، بھالے کا بیوپار اچھا ہے۔ اب تو لاہوری صرّاف بھی یہی کام کر رہے ہیں۔"

چھوٹی بنّوں۔ "بتاجی! گلشن کہتی ہے، تھوڑے دن میں ہمارا راج ہو گا۔ سچ بات ہے؟"

بڑی بنّوں۔ "بڑھیا بنجارن بھی یہی کہتی تھی کہ پلاسی کی لڑائی کو سو برس ہوئے۔ اب

فرنگی کا نام مِٹ جائے گا !"

چھوٹی بنّوں۔ "لڑائی ہو گی کیا ؟"

بڑی بنّوں۔ "یا یُوں ہی آندھی طوفان میں مر جائیں گے یہ فرنگی ؟"

چھوٹی بنّوں۔ "اپنے آپ چلے جائیں تو اچھا ہے"

منشی جی۔ "کون جاتا ہے اِس طرح بیٹی ! ہندوستان سونے کی چڑیا ہے، پنجرے میں قید کر رکھا ہے . . . . غلامی کے بندھن توڑنے کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے بٹیا !"

(گلی میں پھر شور سُنائی دیتا ہے۔ چھوٹی بڑی بنّوں اندر جاتی ہیں)

چھوٹی بنّوں۔ "بھاگ آ ! جی جی بھاگ آ !! ہولی کھیلنے والے ڈیوڑھی پر کھڑے ہیں"

(چھوٹی بڑی بنّوں اندر بھاگ جاتی ہیں۔ گلشن ٹوکرا اُٹھانا چاہتی ہے۔ منشی جی قریب آتے ہیں)

منشی جی۔ "کام ٹھیک ہو رہا ہے گلشن ! ہمیں مولوی صاحب نے سب کچھ بتا دیا ہے تم بہت بہادر ہو۔ نڈر ہو۔ جامع مسجد کی دیوار پر اشتہار لگانا کھیل نہیں"

گلشن۔ "یہ کیا فرما رہے ہیں آپ ؟"

منشی جی۔ "اشتہار لگ گیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ابھی تو تمھارے ذمّہ بہت کام ہے !"

گلشن۔ "میرے ذمّہ ؟"

منشی جی۔ "کام بہت ٹیڑھا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ انقلاب کی آگ پھیلانے میں جو کام تم کرا سکتی ہو کوئی نہیں کرا سکتا!"

(منشی جی گلشن کے ٹوکرے کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ ٹوکرے میں ایک خنجر نظر آتا ہے۔ منشی جی خنجر نکال لیتے ہیں۔)

منشی جی۔ (خنجر کا ملاحظہ کرتے ہوئے) "محمد یوسف کو جانتی ہو؟ وہ جو خانم کے بازار میں رہتے ہیں۔"

گلشن۔ "جی ہاں! خوب، اچھی طرح!"

منشی جی۔ "آج رات اُن کا یہاں آنا ضروری ہے۔ بغیر اُس نوجوان کی مدد کے کام نہیں چل سکتا۔"

گلشن۔ "کسی نہ کسی بہانے سے آپ کے پاس بھیج دوں گی۔"

منشی جی۔ "یہ خنجر کس لئے ہے گلشن؟"

گلشن۔ "شاید اڑے بھڑے میں کام آجائے۔ دِلّی شہر میں جاسوسوں کی کوئی کمی نہیں۔"

(منشی جی ہنس کر خنجر پھر ٹوکرے میں رکھ دیتے ہیں۔ نتھّو آتا ہے۔ عبیر و گلال کی تھالیاں رکھتا ہے۔ منشی جی دیوان خانے میں جاتے ہیں۔ کنھیا بھاگا بھاگا آتا ہے۔)

کنھیا۔ "کیوں بی گلشن! بھاگتی کیوں ہو۔ چھوڑوں بندوق؟"

گلشن۔ "خبردار کنھیا! جو مجھے بھگویا۔ بندوق چھوڑنی ہے تو کسی فرنگی کو مار۔ مجھ غریب نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟ ایسا ہی بہادر ہے تو جا! بادشاہ کی بچھیرا پلٹن میں بھرتی ہو جا!"

(گلشن تیزی سے باہر نکل جاتی ہے۔ منشی جی انگرکھا اُتار کر دیوان خانے سے باہر آتے ہیں)

نتھو۔ "حضور! محلّے والے ہولی کھیلنے آئے ہیں۔"

منشی جی۔ "بُلا لاؤ بھائی!"

(نتھو جاتا ہے)

کنھیا۔ "پتا جی! آج آپ قلعے گئے۔ ہولی کے جشن میں ہمیں کیوں نہ لے گئے؟"

منشی جی۔ "ابھی بہت چھوٹے ہو بیٹا!"

کنھیا۔ "میں ایک بندوق لاؤں گا اور بچھیرا پلٹن میں بھرتی ہو جاؤں گا۔ پھر روز قلعے میں جایا کروں گا۔"

منشی جی۔ "حضور جہاں پناہ بہت خوش ہوں گے!"

کنھیا۔ "ایک ایک فرنگی کو نشانہ بناؤں گا۔ تاک تاک کر گولی ماروں گا!"

منشی جی۔ (کنھیا کو سینے سے لگا کر) "اپنے وطن پر مر مٹنے والوں کی ضرورت ہے بیٹا!"

(چند شہری آتے ہیں۔ مُنھ پر گُلال لگا ہے۔ کسی کے گلے میں ڈھول ہے

اور کسی کے ہاتھوں میں مجیرے۔ "ہولی ہے بے!" — "ہولی ہے بے!" کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ منشی جی سے ہولی ملتے ہیں۔ گلال لگاتے ہیں اور عبیر ہوا میں اچھالتے ہیں۔ ایک اور شہری اندر آتا ہے)

ایک شہری۔ "کیوں بھائی چُنّی! کہاں رہ گئے تھے؟"

دوسرا۔ "ارے صاحب! کیا عرض کروں، گلشن کی زبان ہے کہ تلوار! خوب طعنے دیتی ہوئی گئی ہے ہم سب کو۔ میں تو حیران تھا، یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

منشی جی۔ "گلشن نے کچھ کہہ دیا؟"

دوسرا۔ "جی ہاں! کہنے لگی، آج تو خوب ٹیسو کی ہولی کھیل رہے ہو۔ تھوڑے دن میں خون کی ہولی کھیلنی پڑے گی۔"

(سب ہنس پڑتے ہیں۔ منشی جی خاموش رہتے ہیں)

منشی جی۔ "اس میں ہنسی کی کیا بات ہے؟ گلشن ٹھیک کہتی ہے۔ آزادی کی دیوی کو ایک نہ ایک دن خون سے نہلانا ہی ہوگا!"

دوسرا۔ "جی! کیا فرمایا؟"

منشی جی۔ "آپ کو کیا معلوم ملک میں کیا ہو رہا ہے، یہ کمپنی والے کیا کر رہے ہیں؟"

ایک شہری۔ "کون، یہ فرنگی؟"

منشی جی۔ "آپ تو ایسے پوچھتے ہیں جیسے کچھ دین دُنیا کی خبر ہی نہ ہو۔ لُوٹ مار، قتل و خون، قید، جلاوطنی، کمپنی کے راج میں عام ہو گئی ہے۔ ریاست کی

خبریں سُنیں گے تو دنگ رہ جائیں گے۔"

دوسرا۔ "کچھ بتایئے تو سہی! ہم دِلّی والوں کو کیا خبر۔ باہر ریاستوں میں کیا ہو رہا ہے؟"

منشی جی۔ "ایک ایک ریاست کا خاتمہ کر کے آہستہ آہستہ سارے ملک کو نگل رہے ہیں یہ، ناگپور اور ستارہ میں جو کچھ ہوا وہ کوئی بھول سکتا ہے۔"

ایک۔ "ناگپور اور ستارہ میں!"

منشی جی۔ "محلوں کو لُوٹا۔ رانیوں کی بے عزّتی کی۔ ایک ایک کو کوڑی کوڑی کا محتاج کیا۔ اب اچھے اچھے راجے مہاراجے دربدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔"

دوسرا۔ "اودھ میں بھی تو اِن فرنگیوں نے دھاندلی اور سینہ زوری سے کام لیا!"

ایک۔ "کمپنی بہادر نے زبردستی لکھنؤ پر قبضہ کر لیا۔ اور نوّاب واجد علی شاہ کو قید کر لیا۔"

منشی جی۔ "لکھنؤ کے رہنے والے اپنے شاہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور روتے ہیں۔ تہذیب مٹتی جا رہی ہے۔ رعیّت پریشان ہو گئی ہے!"

دُوسرا۔ "مگر چُپ ہیں بے چارے۔ اُف تک زبان پر نہیں لا سکتے!"

منشی جی۔ "کوئی کب تک چُپ بیٹھ سکتا ہے چُنّی لال! آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں! اِن سب ظلموں کا بدلہ لیا جائے گا۔ آزادی کے پروانوں کی کوئی کمی نہیں۔ فرنگی کو معلوم نہیں، وہ ایک جوالامکھی پہاڑ پر بیٹھا ہے۔"

ایک شہری۔ "یہ تو ماننے کی بات ہے کہ کمپنی بہادر کا انتظام ٹھیک نہیں۔"

منشی جی۔ "یہ بات نہیں ہے بانکے لال کہ کمپنی کا انتظام اچھا ہے یا نہیں فیصلہ اِس بات کا کرنا ہے کہ ہم کب تک فرنگی کی حکومت برداشت کریں گے اور کب تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہیں۔!"

دوسرا۔ "مگر ہم نہتے! غریب دِلّی والے کر بھی کیا سکتے ہیں، جب تک فوجیں اِن کا مقابلہ نہ کریں؟"

ایک۔ "فوجیں کیسے مقابلہ کر سکتی ہیں؟ سپاہی تو انگریز کے نوکر ٹھہرے۔ اُن کے وفادار۔۔۔۔ اِن دیسی سپاہیوں نے تو چودہ سو کوس میں فرنگی کی حکومت قائم کرادی۔"

منشی جی۔ "مگر آپ کو کیا معلوم؟ اُن فوجوں کے ساتھ کیسا سلوک ہو رہا ہے۔ یہ سپاہی، یہ ہمارے بھائی، یہ جواں مرد جنھوں نے اپنا سر کٹوایا۔ جانیں دیں کلکتہ سے کابل تک حکومت قائم کرائی، اب آگ میں جھونکے جا رہے ہیں۔"

دوسرا۔ "آگ میں جھونکے جا رہے ہیں! وہ کیوں؟"

منشی جی۔ "توپوں سے اُڑائے جا رہے ہیں۔۔۔۔ اور تو اور۔۔۔۔ ہمارے دھرم پر حملہ ہو رہا ہے۔"

ایک۔ "دھرم پر حملہ!"

منشی جی۔ "فرنگی چاہتے ہیں ہم عیسائی بن جائیں۔ اپنا مذہب چھوڑ دیں۔ قران اور پران بھول جائیں۔"

ایک۔ "یہ کیوں؟"

منشی جی۔ "ستارہ کی گدی، مہاراج شیواجی کی گدی چھین لی۔ جھانسی راج کو مٹانے والے یہ انگریز نہیں تو اور کون ہیں؟ لڑکا گود بھی نہیں لینے دیا۔"

دوسرا۔ "یہ تو واقعی ہمارے شاستروں کی توہین ہے!"

(میر صاحب باہر سے آواز دیتے ہیں۔ کنھیا مسند سے اُتر کر باہر جاتا ہے)

دوسرا۔ "جناب منشی جی صاحب! یہ تو ظلم ہے ظلم! کچھ مشورہ تو دیجیے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

منشی جی۔ "وقت آرہا ہے۔ زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے، غم و غصہ کی لہر دوڑ رہی ہے۔ انقلاب کے شعلے دہک رہے ہیں۔ دلی والے کیوں کر چُپ رہ سکتے ہیں۔"

ایک۔ "ہم اِن فرنگیوں سے بدلہ لے کر چھوڑیں گے۔"

دوسرا۔ "ہم اِنکے نام و نشان مٹادیں گے!"

منشی جی۔ "ہر محلے میں تیاری ہونی چاہیے۔ جتنے بھی ہتھیار جمع ہو سکیں جمع کیجے آزادی کی جنگ میں دلی والوں کی مدد ضروری ہے۔"

(میر صاحب آتے ہیں۔ سب گلال لگاتے ہیں)

میر صاحب۔ "بس، بس، بس! ذرا داڑھی مونچھ بچاکر.... (مسند پہ بیٹھتے ہوئے) واہ! وا! آج تو پوری چوکڑی جمع ہے۔ ارے بھائی چپڑ غنّو! گلے میں ڈھول اور ہاتھ میں مجیرے لئے کیوں پھر رہے ہو؟ ہو جائے ایسے میں ایک ہولی....."

سب۔ (چلّاکر) "ہولی! ہولی!! ہولی!!! آج ہمارے ہولی ہے بے!"

(سب مِل کر ہولی گاتے ہیں)

"کنھیا نے گھیر ئی مادھوبن میں
آج سکھیاں نہیں مورے سنگ میں
کنھیا نے گھیر........."

لالہ جی۔ (باہر سے) "جناب منشی جی صاحب!"

منشی جی۔ "معلوم ہوتا ہے لالہ جی آئے ہیں۔"

کنھیا۔ "ہاں ہاں!! اُنھیں کی آواز ہے۔ چاچا آئے ہیں۔"

(کنھیا باہر جاتا ہے)

دوسرا۔ "آؤ بھئی، آؤ، لالہ جی کو گھیر لیں، جانے نہ پائیں۔"

(سب شور مچاتے ہیں، ہولی کے نعرے لگاتے باہر جاتے ہیں۔ صرف میر صاحب اور منشی جی رہ جاتے ہیں)

منشی جی۔ "جناب میر صاحب! آپ جانتے ہیں شہر والے کافی جوش میں ہیں۔ نہ جانے کیا کر بیٹھیں۔"

میر صاحب۔ "کام خاموشی سے ہونا چاہئے۔ زمانہ بہت نازک ہے۔ کیا معلوم کون غدّار ہے اور کون وطن پرست، راز کی بات راز ہی میں رہے تو اچھا ہے۔"

منشی جی۔ "آج کا اخبار کہاں ہے، پرچہ آج ہی سے تو نکلنا تھا۔"

(میر صاحب چاروں طرف دیکھتے ہیں۔ اور اخبار کی ایک کاپی منشی جی کو دیتے ہیں۔ منشی جی اخبار اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں)

منشی جی۔ "یہ پرچہ تو خوب ہے۔ دِلّی میں آگ لگا دے گا۔ اِس کے بانٹنے کا بھی کوئی انتظام کیا؟"

میر صاحب۔ "یہ کام گلشن کو سونپ دیا ہے۔ شہر کے چوکیدار اُس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ رات کی تاریکی میں ہر دِلّی والے کی ڈیوڑھی پر یہ پرچہ ڈال دیا جائے گا۔"

منشی جی۔ "گلشن نے کمال کر دیا۔ خوب ترکیب نکالی!"

میر صاحب۔ "راستے میں ملی تھی۔ مولوی صاحب کا ایک رقعہ مجھے دیا۔ چوٹی میں اُڑس رکھا تھا!"

(لالہ جی آتے ہیں۔ رُومال سے چہرہ صاف کرتے ہیں)

لالہ جی۔ "واہیات! واہیات!! بالکل واہیات!!! یعنی چلنا دوبھر کر دیا"۔

میر صاحب۔ "اَرے بھائی کس پر لال پیلے ہو رہے ہو؟"

لالہ جی۔ "دیکھا آپ نے، نئے کا نیا انگرکھا ناس کر دیا، اِن کمبختوں نے!"

میر صاحب۔ "تہوار کے دن بھی بچ کر نکلنا چاہتے تھے؟"

لالہ جی۔ (جیب سے ایک فہرست نکال کر) "ہاں صاحب! تو یہ رہی فہرست! نیوتے سب کو دینے ہیں۔ آپ کا ساتھ چلنا ضروری ہے"۔

میر صاحب۔ "کاہے کی فہرست ہے بھائی؟"

لالہ جی۔ "بندہ پرور! ہولی کی گوٹ ہے، غریب خانے پر!"

میر صاحب۔ "اوہو! محفل کے انتظام ہو رہے ہیں!"

لالہ جی۔ "موتی جان سے کہلوا دیا ہے۔ اور پانی پت کی مُشتری سے، خوب ناچتی ہے!"

میر صاحب۔ "گانے والی ایک ہی ہے"۔

لالہ جی۔ "اجی موتی جان ہی کافی ہے، سویرا کر دے گی۔ آپ تھک جائیں گے، وہ نہیں تھکے گی۔ ایسی پاٹ دار اور لوچ دار آواز، آپ تو جانتے ہی ہیں شہر میں کسی دوسری کی نہیں . . . . ہاں! تو پھر کیا ارادہ ہے؟ چلئے!"

منشی جی۔ "لالہ جی! آپ نے دیکھا یہ اخبار؟"

(منشی جی، لالہ جی کو اخبار دیتے ہیں)

لالہ جی۔ (اخبار دیکھ کر) "یہ اخبار کہاں سے آیا؟ کس نے شائع کیا؟"

میر صاحب۔ "کیا خیال ہے آپ کا؟"

منشی جی۔ "ایران، رُوس، تُرکی، فرانس اور کابُل کی فوجیں آگئیں تو پھر دیکھئے۔"

لالہ جی۔ "ہاں! پھر تو کچھ ہو بھی سکتا ہے۔ اور اگر آپ یہ چاہیں کہ دلّی والے اِن انگریزوں کا تختہ اُلٹ دیں تو ناممکن! یہ اِن کے بس کا نہیں۔"

منشی جی۔ "دلّی والے چاہیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔"

لالہ جی۔ "اجی رام کا نام لیجئے!"

میر صاحب۔ "ہمّت اور اتّحاد کی ضرورت ہے۔"

لالہ جی۔ (طنز سے) "ہمّت ۔ ۔ ۔ ۔ اتّحاد ۔ ۔ ۔ جی ہاں! ہمّت تو شاید کر بیٹھیں۔ ۔ لیکن اتّحاد، ناممکن! مکھیوں اور چیونٹیوں میں اتّفاق اور اتّحاد ہو سکتا ہے۔ مگر ہندوستانیوں میں، ناممکن! ۔ ۔ ۔ قطعی ناممکن!!"

منشی جی۔ "دُنیا میں کونسی ایسی بات ہے جو نہیں ہو سکتی۔ ہماری کمزوری اور بزدلی ہی نے ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں اِسوقت ۔ ۔ ۔"

لالہ جی۔ "معاف کیجئے! منشی جی صاحب! آپ نے کبھی یہ بھی غور کیا کہ فرنگی کی یہ ہمّت کیسے ہوئی؟ کیسے اُس نے یہ جال بچھایا؟ کس طرح ہمیں پھانسا؟ مُٹھی بھر ہیں اور حکومت کر رہے ہیں۔"

میر صاحب۔ "یہ کاٹھ کی ہنڈیا بہت دن تک نہیں چڑھ سکتی لالہ جی صاحب!"

منشی جی۔ "حضور جہاں پناہ سے فرنگی کا رویہ خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ سارے اختیارات لے لئے ہیں۔ یہ انگریز ہمارے بادشاہ کو ذلیل کر رہے ہیں، بات بات میں جواب طلبی ہوتی ہے۔ اُن کے ہر ذاتی معاملے میں دخل دیتے ہیں۔"

میر صاحب۔ "کون یہ توہین برداشت کر سکتا ہے۔ ہر معاملے میں شرارت۔ ولیعہدی کے جھگڑے کرانا اِن فرنگیوں کا ہی کام ہے!"

لالہ جی۔ "صاف بات تو یہ ہے، یہ سب جھگڑے ٹنٹے کرانا اِن شہزادوں کا کام ہے۔ جتنے شہزادے ہیں سب کے سب نکمے ہیں۔ دُنیا کے سارے عیب اِن میں موجود ہیں۔ قرض میں ڈوبے ہیں۔ دھیلا پلّے نہیں، دلّی کے تخت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "ہم شہزادوں کی بات نہیں! ہم حضور جہاں پناہ کی بات کر رہے ہیں۔ ہم اُن کی بے عزّتی نہیں ہونے دیں گے۔ اُن کے ساتھ ناانصافی اور بدسلوکی کی حد ہو گئی ہے!"

میر صاحب۔ "حضور جہاں پناہ ہمارے باپ ہیں۔ رعیت کے دُکھ درد کے ساتھی۔"

منشی جی۔ "ہندو اور مسلمان اُن کی دو آنکھیں ہیں!"

میر صاحب۔ "وہ سارے عیبوں سے پاک ہیں۔ سارے جہان کی خوبیوں کے مالک، وہ فنکار ہیں، شاعر ہیں، کوی ہیں، خوشنویس ہیں!"

منشی جی۔ "بوڑھے تو بے شک ہو گئے پر حوصلہ بلند ہے۔ سینہ اُمنگوں سے بھرپور ہے

آنے والا وقت ہی بتلائے گا کہ اُن کے منصوبے کیا ہیں۔"

میر صاحب۔ "دِلّی کے نوجوانوں کو چاہیے بادشاہ سلامت کی پلٹن میں شامل ہو جائیں۔"

(ننھّو آتا ہے)

منشی جی۔ "ننھّو!"

ننھّو۔ "جی سرکار!"

منشی جی۔ "مادھو کہاں ہے؟"

ننھّو۔ "آج صبح ہی کسی کے ساتھ باہر چلے گئے۔ . . . شاید گامی خاں کے ساتھ گئے ہیں۔"

لالہ جی۔ "ہیں! کیا کہا؟ گامی خاں کے ساتھ . . . ."

منشی جی۔ "گامی خاں کون ہے؟"

لالہ جی۔ "گامی خاں کو آپ نہیں جانتے؟ دِلّی کا نامی بدمعاش ہے۔ اپنی ساری دولت گنوا کر اَب دوسروں کو برباد کرنے پر تُلا ہے۔ میرا ناداں بھی جینا چاہتا تھا لیکن دال نہیں گلی۔ میں نے اُسے ایسا پھٹکارا، ساری زندگی یاد رکھے گا۔"

منشی جی۔ "مادھو کا اُس سے کیا واسطہ؟"

لالہ جی۔ "مادھو نیک بچّہ ہے، کہیں اُس کے پھندے میں نہ پھنس جائے۔"

میر صاحب۔ "گامی خاں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے خطرناک آدمی ہے! . . ."

شہزادوں کو دامِ عیاشی میں پھانس رکھا ہے۔ اُن سے خوب روپیہ اینٹھتا ہے اور اُنھیں بے وقوف بنا کر قلعہ کی تمام خبریں فرنگیوں تک پہنچاتا ہے۔ بھولا تو بہت بنتا ہے۔ مگر ہے نہایت مکّار اور کھوٹا آدمی . . . . گلشن کا گھر اُجاڑنے میں اسی کا ہاتھ تھا . . . . . بے چاری گلشن ! . . . !"

منشی جی۔ "میں ایسے آدمی کے ساتھ اپنے لڑکے کی دوستی برداشت نہیں کر سکتا۔ آنے دو مادھو کو آج "

لالہ جی۔ "گامی خاں شیطان ہے۔ مادھو کا کیا قصور !"

منشی جی۔ "مادھو کا قصور کیوں نہیں، وہ کیوں ایسے آدمیوں کے ساتھ اُٹھتا، بیٹھتا ہے ؟"

لالہ جی۔ "اچھا اچھا ! سمجھا دیں گے صاحب، ایسے ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے !"

منشی جی۔ "بس صاحب ! جانے دیجئے اِن باتوں کو، آپ ہی لوگوں کے لاڈ پیار نے اِس کو سر پر چڑھا دیا ہے "

لالہ جی۔ "واہ صاحب ! یہ ایک ہی رہی۔ آپ تو ہم پر ہی برس پڑے۔ تیور سنواریئے اور لوگوں کو نیوتا دینے چلیئے "

میر صاحب۔ "چلیئے منشی جی صاحب !"

منشی جی۔ "چلتا ہوں . . . . ننھّو ! ہم باہر جا رہے ہیں۔ پہلوان سے کہنا ذرا ہم سے مل لیں !"

(میر صاحب منشی جی، اور لالہ جی باہر جاتے ہیں۔ باہر ڈولی والوں کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ "ڈولی اترو الو!")

ننھو۔ (زنانخانے کے قریب جاکر) "لالہ جی کی بہو آئی ہیں!"

چھوٹی بنّوں۔ (باہر آکر) "چاچی آگئیں! چاچی آگئیں!!"

(لالہ جی کی بہو آتی ہے۔ بہو جی زنانخانے سے باہر آتی ہیں)

بہو جی۔ "اری بہو! تم نے بھی بہت راہ دکھائی۔ میں نے سوچا، اب آتی ہو گی، اب آتی ہو گی۔ لیکن تمھیں فرصت کہاں۔ تیسرے پہر آئی ہو!"

لالہ جی کی بہو۔ "ائے بھابی! آج تو کسی کام میں من نہیں لگے۔ سب کی باتیں سُن سُن کر کلیجہ دہلے ہے۔"

بہو جی۔ "کیا ہو گیا میری رانی؟"

لالہ جی کی بہو۔ "ائے تم نے سُنا نہیں؟ بڑا جھگڑا ہونے والا ہے۔ شور سا مچ جائے گا۔"

بڑی بنّوں۔ "اشرفی، امرتی کہاں ہیں چاچی؟"

لالہ جی کی بہو۔ "ائے کیا بتاؤں اِن لڑکیوں کو کیا ہو گیا! ڈولی سے اُترتی ہی نہیں ہیں۔ ڈولی میں بیٹھی بیٹھی کہاروں کی باتیں سُن رہی ہیں!"

بڑی بنّوں۔ "کہاروں کی باتیں؟"

لالہ جی کی بہو۔ "پتہ نہیں، سارے کے سارے کہار مارنے مرنے پر تُلے ہیں۔ کہتے ہیں ہم ایک ایک فرنگی کا خون پییں گے!"

بہو جی۔ "اِن کو پکڑ کر نہ لے جائے دلّی کا کوتوال۔ اُس نے سُن لیا تو بس غضب ہو جائے گا!"

(لالہ جی کی لڑکیاں اشرفی، امرتی اندر آتی ہیں)

بہو جی۔ "اے لو وہ آگئیں۔ کیوں ری لڑکیوں! تمھارا گپوں میں بہت دل لگے ہے۔"

اشرفی۔ "اری بنّو! آج بڑا مزا آیا اِن کہاروں کی باتیں سُننے میں۔ سب کے سب مِل کر چُپکے چُپکے لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں!"

امرتی۔ "کوئی بادشاہ کے گُن گاتا ہے، کوئی فرنگی کو کوستا ہے!"

لالہ جی کی بہو۔ "میں نے تو کہہ دیا۔ جھگڑا ہوا اور میں یہاں سے رفو چکّر! اِس جھگڑے میں عورتوں کا کیا کام! میں نے تو گوردھن سائیں سے کہہ دیا، اپنے گاؤں میں ہمارا انتظام کرے!"

امرتی۔ "بڑا مزہ آئے گا۔ باجرے کی روٹی اور گُڑ خوب کھانے کو ملے گا۔"

اشرفی۔ "ہرے ہرے کھیتوں میں ناچوں گی۔ پیڑوں پر جھُولا ڈال کر جھولوں گی۔ تُو چلے گی نہ بنّو ہمارے ساتھ؟....."

بڑی بنّو۔ "ہاں! ہاں!! ضرور۔"

چھوٹی بنّو۔ "میں تو جاؤں گی نہیں، میں تو یہیں رہوں گی۔ میں تو سیر دیکھوں گی۔"

لالہ جی کی بہو۔ "اب چھوڑو بھی یہ لڑائی جھگڑے کی باتیں۔"

بہو جی۔ "کیوں بہو! مکٹ لال جی کے یہاں سب اچھے ہیں؟.... زچہ بچہ....."

لالہ جی کی بہو۔ "اے وہیں سے تو آ رہی ہوں"۔

(چھوٹی بنّو، بڑی بنّو، اشرفی، امرتی ناچنے لگتی ہیں۔ اسٹیج پر اُودھم سا مچ جاتا ہے)

بہو۔ "اری لڑکیو! یہ کیا اُودھم مچا لیا، کان پڑی آواز سنائی نہ دے!"

(لڑکیاں رُک جاتی ہیں۔ کوئی اندر جاتی ہے کوئی اُوپر۔ ڈھول مجیرے لاتی ہیں)

لالہ جی کی بہو۔ "میں کہہ رہی تھی کہ پندرہ دن سے زچّہ کھاٹ پر پڑی ہیں، ابھی تک میری بات مانتیں تو گھر کا کام دھندا بھی کرنے لگ جاتیں۔ پگی ہوئی میوہ بتائی وہ نہیں کھائی۔ دودھ یا دام کا نشاستہ بتایا وہ حلق سے نہیں اُترا!"

چھوٹی بنّو۔ (لالہ جی کی بہو کے آگے ڈھول رکھ کر) "لو چاچی! ایک گیت سنا دو"۔

لالہ جی کی بہو۔ "اے دیکھو تو سہی اِن لڑکیوں کے لچھن!"

بڑی بنّو۔ "ہاں چاچی! ہاں! ایک گیت!"

بہو جی۔ "ایک ہولی گا دو!"

اشرفی۔ "اماں کو ہولیاں بہت یاد ہیں!"

امرتی۔ "ہاں اماں! وہ والی ....."

لالہ جی کی بہو۔ "سب کی سب پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئیں ...... اچھا لو سنو....."

(لالہ جی کی بہو اور سب مل کر ہولی گاتی ہیں)

"رنگ میں کیسے ہولی کھیلوں یا سانوریا کے سنگ۔
کورے کورے ماٹ بھرائے اُن میں گھولا رنگ
بھر پچکاری سن مُکھ ماری لگی شیام کے انگ۔
رنگ میں کیسے ہولی . . . .

(سب کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہیں۔ گلی میں کسی کے گانے کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ سب چُپ ہو جاتی ہیں)

بہو جی۔ "اے دیکھو تو سہی لڑکیو! یہ باہر کون رینک رہا ہے؟"

(بڑی بنّوں جاتی ہے اور پھر اُلٹے پاؤں لوٹ آتی ہے)

بڑی بنّوں۔ "اماں! غضب ہو گیا!! مادھو بھیّا شراب کے نشے میں اندر آ رہے ہیں۔ بھاگو! بھاگو!!"

(سب لڑکیاں اور لالہ جی کی بہو اندر جاتی ہیں۔ بہو جی رہ جاتی ہیں)

بہو جی۔ "مادھو! شراب کے نشے میں؟ (ماتھا پیٹ کر) ہائے ری قسمت!"

(مادھو اور گامی خاں کی ہنسی سُنائی دیتی ہے)

بہو جی۔ "ہیں! یہ تو کوئی اور بھی ہے مادھو کے ساتھ!!"

(بہو جی اندر چلی جاتی ہیں۔ مادھو آگے آگے اور گامی خاں پیچھے پیچھے آتا ہے)

گامی خاں۔ (ہنس رہا ہے اور گا رہا ہے) "ہی ہی ہی ہی۔ مورے بھولے نے پی لی بھنگ

کون جتن ہولی کھیلوں!"

(مادھو ملے تھے پر ہاتھ رکھے لڑکھڑاتا ہوا مسند کی طرف جاتا ہے)

گامی خاں۔ "واہ! سرکار! واہ! کیا ڈُلکی چل رہے ہیں۔ (قریب جاکر) حضور کا مزاج کچھ مکدر پاتا ہوں"

مادھو۔ (مسند پر بیٹھتے ہوئے) "گامی خاں! سر چکرا رہا ہے۔ بولو نہیں!"

گامی خاں۔ "اے حضور کیا فرما رہے ہیں آپ؟"

مادھو۔ "معلوم ہوتا ہے، نشہ ہو گیا ہے"

گامی خاں۔ "ہی ہی ہی۔ نشہ نہیں، اسے میرے آقا! سرور کہتے ہیں سرور!!"

مادھو۔ "آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ! گامی خاں!!"

گامی خاں۔ "بندہ حضور کے قدموں میں ہی ٹھیک ہے!"

مادھو۔ "آج کا دن بھی خوب گزرا۔ آج بھی ہماری ہی جیت رہی! مُرغ اور تیتر کی سب پالیاں ماریں!"

گامی خاں۔ "آپ کے جانور کی نوک اور دُم بھی تو درُست تھی سرکار!"

مادھو۔ "اور کنکوّے کے پیچ! ہیں! دیکھا تم نے گامی خاں! کتنے مار کر غوطہ دیا۔ اور پھر جو گھِسا دیا تو وہ کاٹا۔ دیکھی اُستادی ہماری!"

گامی خاں۔ "کیا بات ہے! کیا بات ہے!! قسم سے جواب نہیں!"

مادھو۔ "آداب عرض کرتا ہوں"

گامی خاں۔ "سرکار! کسی دن ہمارے نواب کی کشتی بھی تو دیکھیے!"

مادھو۔ "نواب کون؟"

گامی خاں۔ "مہندی لگائے، گجرا پہنے، سجا سجایا دولہا بنا کھڑا ہوگا انتظار میں!"

مادھو۔ "مگر ہے کون وہ؟"

گامی خاں۔ "نوابوں کا نواب میرا مینڈھا۔ اِس کا ٹھاٹھ، تیور، اور تیاری دیکھیں... ہائے ہائے! اچھے اچھے چھڑا دیتا ہے۔ شیر ہے، شیر!"

مادھو۔ "شیر؟ کیا کہا شیر! ابھی گامی خاں! ایک بات سنو یار!"

گامی خاں۔ "فرمائیے! فرمائیے!!"

مادھو۔ "میاں ہمارا دل شیر کا شکار کھیلنے کو چاہتا ہے!"

گامی خاں۔ "شیر کا شکار حضور! آپ شیر ماریں گے، واہ واہ! واہ! آپ کی کیا بات ہے آپ تو شیر ببر مار سکتے ہیں! تو پھر آپ کے لئے بندوق کا انتظام کیا جائے؟"

مادھو۔ "ہم کو بندوق نہیں چاہیے۔ ہمارے یہاں کوٹھے کے کوٹھے بندوقوں سے بھرے ہیں۔"

گامی خاں۔ "اوہو! یہ بات ہے! آپ رئیس جو ٹھہرے!"

مادھو۔ "آجکل بہت تیاریاں ہو رہی ہیں۔ گھر گھر ہتھیار جمع کئے جا رہے ہیں۔"

گامی خاں۔ "اچھا یہ بات ہے؟ آپ کے گھر میں بھی ہتھیار ہیں سرکار...."

مادھو۔ "ایک لمبی ڈاڑھی والا مولوی یہاں روز رات کو آتا ہے۔ پتاجی سے چپکے

چُپکے باتیں کرتا ہے!"

گامی خاں۔ "کون ہے یہ مولوی؟"

مادھو۔ "میاں تم سے کیا پردہ، تم تو اپنے جگری ٹھہرے۔ اِدھر آؤ!"

(گامی خاں قریب آتا ہے۔ مادھو اُس کے کان میں کچھ کہتا ہے)

گامی خاں۔ "ہوں! تو یہ بات ہے۔ سمجھ گیا۔"

مادھو۔ "یہ بات کسی کو بتانا نہیں!"

گامی خاں۔ "مجال ہے! لیکن مجھے کیا، چھوڑیئے اُن مولوی کی باتیں۔ بتایئے پھر شکار پر کب چلنا ہے۔ میرا خیال ہے آپ ہاتھی پر چڑھ کر شکار کھیلیں تو بہتر ہوگا!"

مادھو۔ "تم ہمارے لئے ہاتھی کا انتظام کر سکتے ہو گامی خاں؟"

گامی خاں۔ "اجی صاحب! یہ بھی کوئی مشکل بات ہے۔ بڑے صاحب سے اپنا یارانہ ہے۔ چُٹکی بجاتے ہی انتظام ہو جائے گا۔"

مادھو۔ "نہ بھئی! اِن گوروں سے ہمیں بہت ڈر لگتا ہے۔ اِن لال مُنھ والوں کو ہمارا دُور سے ہی سلام!"

گامی خاں۔ "ہوّا تھوڑا ہی ہیں جو کھا جائیں گے۔ آپ ڈرتے کیوں ہیں؟"

مادھو۔ "گامی خاں! ایک روز ایک لال مُنھ کا گھوڑا دوڑاتے ہوئے چاندنی چوک میں آرہا تھا۔ بھئی ہم نے تو، قسم ہے، اُسے دُور سے بھانپ لیا، سرپر

پَیر رکھ کر بھاگے اور اندر زنانخانے میں جاکر چھُپ گئے۔"

گامی خاں۔ "آپ میرے ساتھ چلیئے! بڑے صاحب کے پاس کسی دن، آپ سے مِل کر بہت خوش ہوں گے۔ ہو سکتا ہے آپ کو جاگیر ہی بخش دیں۔"

مادھو۔ "اچھا میاں؟ ایسے شریف ہیں بڑے صاحب؟ ہم کو جاگیر دے دیں گے؟"

گامی خاں۔ "آپ چلیئے تو سہی میرے ساتھ!"

مادھو۔ "لیکن جاگیر تو بادشاہ سلامت ہی دے سکتے ہیں۔"

گامی خاں۔ "بادشاہ! بادشاہ! یہ کوئی بادشاہ ہیں! کٹھ پُتلی کا دوسرا نام ہے بادشاہ' ایک چراغ سا ٹمٹما رہا ہے۔ ہوا کا جھونکا آیا اور بُجھا!"

(پہلوان ایک دم اندر آجاتا ہے)

پہلوان۔ (کڑک کر) "حضور جہاں پناہ کی شان میں یہ گستاخی؟"

مادھو۔ (بھونچکا ہو کر) "اُستاد! آپ ـــ؟"

(مادھو زنانخانے کی طرف بھاگتا ہے)

پہلوان۔ (مادھو سے) "ٹھہرو! تم کہاں بھاگتے ہو!"

(مادھو ٹھہر جاتا ہے)

پہلوان۔ (غصّہ میں) "مادھو!"

مادھو۔ "جی اُستاد!"

پہلوان۔ "شریفوں کی اولاد ہو کر غنڈوں سے دوستی ——— ؟"

مادھو۔ "اُستاد! رام ... معاف ——— !"

(مادھو اندر جاتا ہے)

پہلوان۔ (گامی خاں کے قریب جاکر) "مجھے معلوم ہے تم کیا چاہتے ہو، یہاں کیوں آئے ہو منشی جی کے مکان میں گھستے شرم نہیں آتی۔ گلشن کو ستاتے ہو، ڈوب مرنا چاہئے تھیں! تمھارے ارادوں سے خوب واقف ہوں۔"

(گامی خاں خنجر نکالتا ہے۔ پہلوان تیزی سے بڑھ کر خنجر چھین لیتا ہے)

پہلوان۔ "چند چاندی کے ٹھیکروں کی خاطر ——— ؟ شراب کی ایک بوتل کے بدلے بھید لینا چاہتا ہے؟ خبردار! جو آئندہ اِدھر قدم رکھا! ٹانگیں توڑ دوں گا۔ جاسوسی کی تو ———"

(گامی خاں باہر جاتا ہے۔ نتھو اندر آتا ہے)

نتھو۔ "گامی خاں بھاگ گیا پہلوان؟"

پہلوان۔ "لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے نتھو رام! یہ اپنی عادت سے باز نہیں آ سکتا، یہ دِلّی والوں کو مروا کر چھوڑے گا!"

نتھو۔ "اُستاد! مادھو بھیا کے بارے میں منشی جی سے کچھ نہ کہنا۔ نہیں تو چمڑی اُدھیڑ دیں گے!"

پہلوان۔ "میں چغل خور نہیں۔ علاج کرنا مجھے بھی آتا ہے۔"

نقّو۔ "مادھو بھیا روز رات کو دیر سے آتے ہیں۔ تماش بینی کا چسکہ لگ گیا ہے۔ اِن کو گامی خاں کے چکّر سے بچا لو پہلوان!"

پہلوان۔ "مادھو سُست، کاہل، ڈرپوک اور بزدل ہو گیا ہے۔"

(لالہ جی باہر سے منشی جی کو آواز دیتے ہیں)

پہلوان۔ "لالہ جی آئے ہیں شاید۔"

نقّو۔ "آواز تو انھیں کی سی ہے۔"

بہو جی۔ (زنانخانے سے) "نقّو! ارے او نقّو!!"

نقّو۔ "پہلوان! ذرا پردہ کر لینا۔ لالہ جی کی بہو اور اُن کی لڑکیاں اپنے گھر جانا چاہتی ہیں"

(نقّو باہر جاتا ہے اور پہلوان اُوپر۔ لالہ جی کی بہو اور اُن کی لڑکیاں چادریں اوڑھ کر باہر جاتی ہیں۔ میر صاحب اور لالہ جی اندر آتے ہیں۔ نقّو بھی پیچھے پیچھے آتا ہے پہلوان اُوپر کی منزل سے نیچے آتا ہے)

لالہ جی۔ "کہو پہلوان! کیا زور شور ہیں؟ دنگل ہو رہے ہیں کیا؟"

پہلوان۔ "جی ہاں! شامیانے لگ رہے ہیں۔ سجاوٹ ہو رہی ہے۔ بیٹھنے کا انتظام بھی نفیس ہے۔ اکھاڑوں میں گیرو اور مہندی مٹّی میں ملا کر ڈالا جا رہا ہے۔ کئی کئی جوڑیاں ساتھ چھوٹیں گی۔"

میر صاحب۔ "جناب لالہ جی صاحب! صدیق کو کل چتلی قبر کے اکھاڑے میں دیکھا، بھئی یقین جانا من من بھر کے ڈنٹر رکھے ہیں!"

لالہ جی۔ "کیوں بھئی اُستاد! آج ہماری اور میر صاحب کی بھی جوٹ کرادو!"

میر صاحب۔ "ارے جاؤ، پتلی دال کے کھانے والو! تم کیا لڑو گے!"

لالہ جی۔ "دیکھو اُستاد! دیکھو!! تم گواہ ہو، پچھلے جمعہ کو اَدھ مارا تھا یا نہیں؟ میر صاحب کو؟!"

پہلوان۔ "حضور یہ تو سچ ہے۔ لالہ جی کچھ ہی کھائیں ہیں، مگر ہڈّے پسلے بڑے کڑے ہیں!"

(لالہ جی اکڑ جاتے ہیں۔ اور میر صاحب کو اشارے سے پنجہ لڑانے کی دعوت دیتے ہیں)

لالہ جی۔ "ہو جائے"

(میر صاحب اور لالہ جی پنجہ کشی کرتے ہیں۔ زور آزماتے ہیں۔ پہلوان دونوں کے پنجے دیکھتا ہے)

پہلوان۔ "واہ وا، کیا بات ہے، لالہ جی!"

لالہ جی۔ (اپنی انگلیاں دَبا کر) "میر پنجہ کش کا شاگرد ہوں، کیا سمجھے ہے!"

پہلوان۔ "صاحب! اب کے فرنگیوں سے جنگ چھڑی تو لالہ جی ہمارے سپہ سالار..."

لالہ جی۔ "کیا بات ہے پہلوان! تم بھی باتوں میں آگئے۔ جنگ پر آمادہ ہو گئے...؟"

پہلوان۔ "بھلا غور فرمائیے، یہ دھرم اور دین پر حملہ کون برداشت کر سکتا ہے۔ یہ انگریز ہمارے دیسی سپاہیوں کا دین دھرم نہیں بگاڑ رہے ہیں تو کیا کر رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں ہاتھے

پر تلک نہ لگاؤ، کانوں میں مُرکی نہ پہنو، ڈاڑھی مونچھ ....."

میر صاحب۔ "اجی پہلوان تم نے کچھ اور بھی سُنا .....؟"

پہلوان۔ "کیا حضور؟"

میر صاحب۔ "کارتوس میں چربی!"

لالہ جی۔ "کارتوس میں چربی؟"

میر صاحب۔ "جی ہاں! کارتوس گائے اور سوٗر کی چربی سے چکنے کئے جا رہے ہیں! اور دیسی سپاہیوں سے کہا جاتا ہے، دانت سے کاٹو انھیں ....."

لالہ جی۔ "رام رام!! یہ نہیں معلوم تھا مجھے۔"

پہلوان۔ "جب ہی تو سب طرف سے انقلاب کے شعلے بلند ہو رہے ہیں!"

میر صاحب۔ "لالہ جی صاحب! ہمیں آپ سے بہت اُمید ہے۔ وقت پڑنے پر رسد کا سارا انتظام آپ کو کرنا ہوگا۔"

لالہ جی۔ "اچھا صاحب! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ کیوں میر صاحب؟ دیوان جی کے یہاں چلئے گا، ہو جائے ایک بازی شطرنج کی!"

میر صاحب۔ "جی نہیں! اِس وقت تو ممکن نہیں منشی جی سے ضروری مشورہ کرنا ہے۔"

لالہ جی۔ "پنڈت جی کہتے تھے، چوپڑ ہی کھیل لو!"

میر صاحب۔ "بس صاحب! یہ تین کانے اور پو بارہ آپ کو ہی مبارک!"

لالہ جی۔ "اچھا میں چلتا ہوں!"

میر صاحب۔ "آداب عرض!"

(لالہ جی جاتے ہیں)

میر صاحب۔ "پہلوان!"

پہلوان۔ "جی سرکار!"

میر صاحب۔ "مولوی صاحب تشریف لا رہے ہیں کیا؟"

پہلوان۔ "جی ہاں! آتے ہوں گے!"

میر صاحب۔ "کام ٹھیک ہو رہا ہے؟"

پہلوان۔ "گھر گھر میں تیاریاں ہو رہی ہیں سرکار!"

میر صاحب۔ "ذرا دھیان رکھنا۔ مولوی صاحب کے یہاں آنے کی نسبت کسی کو پتہ نہ چلے۔"

پہلوان۔ "انتظام پورا ہے۔ . . . چوکیدار گلی میں گشت لگا رہا ہے، اپنے پٹھے بھی پہرہ دے رہے ہیں۔"

میر صاحب۔ "محمد یوسف صرّاف بھی آ رہے ہیں کیا؟"

پہلوان۔ "جی ہاں! محمد یوسف سے بات چیت ہو گئی ہے۔ وہ آتے ہی ہوں گے!"

میر صاحب۔ "انھوں نے یہاں آنے میں آنا کانی تو نہیں کی؟"

پہلوان۔ "جی ہاں! پوچھتے تھے کہ آدھی رات کو کیوں بلایا ہے۔ مگر گلشن بہت ہوشیار ہے۔ اس نے بہت باتیں بنائیں۔ کہا کہ منشی جی کو صبح سے پہلے پہلے زیورات چاہئیں۔ مادھو بیٹے کی سگائی ہے کل. . . .؟"

میر صاحب۔ "محمد یوسف قابو میں آجائے تو اچھا ہو۔"

پہلوان۔ "محمد یوسف کو ساتھ ملانا ضروری ہے سرکار!.... رحیم بخش، میگزین کا دربان اُس کا ساتھی ہے۔"

میر صاحب۔ "اخبار کی کاپیاں بانٹ دیں؟"

پہلوان۔ "جی ہاں! گلی محلے کے چوکیداروں نے یہ کام اپنے ذمّے لے لیا ہے۔ اخبار کی دو سو کاپیاں سب مکانوں کی ڈیوڑھیوں میں ڈال دی ہیں!"

(منشی جی آتے ہیں)

منشی جی۔ "تم آگئے پہلوان؟ میر صاحب! ایک کام تو ہو گیا!"

(منشی جی کپڑے میں بندھا ایک نقشہ میر صاحب کو دیتے ہیں)

منشی جی۔ "شہر پناہ کا نقشہ تیار ہے!"

(میر صاحب نقشہ کھولتے ہیں۔ منشی جی جیب سے رومال نکالتے ہیں اور ایک چپاتی ہتھیلی پر رکھ کر پہلوان کو دکھلاتے ہیں۔)

منشی جی۔ "جانتے ہو یہ کیا ہے؟"

پہلوان۔ "چپاتی حضور!"

منشی جی۔ "نہیں پہلوان! یہ چپاتی نہیں، انقلاب کی نشانی ہے! آزادی کی نشانی! دیس کے تمام رہنے والوں کے نام ایک پیغام!"

(منشی جی پہلوان کو چپاتی دیتے ہیں۔ پہلوان اُسے آنکھوں سے لگاتے ہیں)

منشی جی۔ "یہ چپاتیاں گاؤں گاؤں میں بانٹنی ہیں۔ ہندوؤں کے گاؤں میں بھی اور مسلمانوں کے گاؤں میں بھی۔ ایسے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ گلشن یہ کام بخوبی کر سکتی ہے۔ چوڑیوں کے ٹوکرے میں کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا ــــــ!"

پہلوان۔ "سمجھ گیا!"

منشی جی۔ "سائے کی طرح اُس کے ساتھ رہنا۔ اُس پر آنچ نہ آئے!"

پہلوان۔ "مجال ہے سرکار! اچھا حضور! میں باہر انتظار کرتا ہوں۔ مولوی صاحب آتے ہوں گے!"

(پہلوان باہر جاتا ہے)

منشی جی۔ "ملاحظہ کیا یہ نقشہ آپ نے؟"

میر صاحب۔ (نقشہ دیکھتے ہوئے) "جی ہاں! ٹھیک ہے!"

منشی جی۔ "یہ ہے فصیل اور یہ ہے راج گھاٹ دروازہ!"

(دروازے پر دستک)

منشی جی۔ "آجائیے!"

مولوی صاحب۔ (ڈیوڑھی میں داخل ہو کر) "منشی جی صاحب!"

منشی جی۔ "جناب مولوی صاحب!"

(مولوی صاحب آتے ہیں)

مولوی صاحب۔ (اندر آکر) "آداب عرض ۔۔۔۔! فیصلہ ہو گیا ۔۔۔ ملاقات کامیاب رہی۔۔۔"

منشی جی۔ "فیصلہ ہو گیا مولوی صاحب؟"

مولوی صاحب۔ "بٹھور کے نانا صاحب اور مولوی عظیم اللہ قلعے میں تشریف لائے۔ اور حضور جہاں پناہ کی خدمت میں عرض کی کہ غلامی کی زنجیروں کو توڑ دینے کے لئے ہندوستان کی مٹی کا ذرّہ ذرّہ تڑپ اٹھا ہے۔۔۔۔ ہندوستان کی نگاہیں دلّی کے تخت پر لگی ہیں۔"

میر صاحب۔ "حضور جہاں پناہ نے کیا ارشاد فرمایا؟"

مولوی صاحب۔ ظلِّ سبحانی نے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ملکۂ عالیہ نواب زینت محل پر پر چھوڑا۔"

منشی جی۔ "ملکۂ عالیہ پر؟"

مولوی صاحب۔ "پیر و مرشد نے فرمایا، ملکۂ عالم زینت محل کا حکم شہنشاہِ ہندوستان کے سر آنکھوں پر ہو گا!"

منشی جی۔ "نواب زینت محل کا حکم۔۔۔۔"

مولوی صاحب۔ "ملکۂ عالیہ نے فیصلہ دیا۔ یا تو فرنگی شہنشاہِ عالم کے قدموں میں پناہ مانگیں یا پھر میدانِ جنگ میں ہمارے سامنے آئیں۔ مغلوں کا خون غلاموں کی موت نہیں مرے گا۔۔۔۔ نانا صاحب سے کہہ دیجئے، ہم اِس آزادی کی جنگ میں اُن کے ساتھ ہیں!"

میر صاحب۔ "زندہ باد! ملکۂ عالم نواب زینت محل زندہ باد!!"

(دروازے پر دستک)

منشی جی۔ (بلند آواز میں) "کون ہے؟"

پہلوان۔ (اندر آکر) "غریب پرور!"

منشی جی۔ "کیا بات ہے پہلوان؟"

پہلوان۔ "وہ ادھر ہی آرہا ہے!"

منشی جی۔ "آنے دو ۔ ۔ ۔ ۔ آپ لوگ ذرا ۔ ۔ ۔ ۔"

(منشی جی ہاتھ کے اشارے سے سب کو چھپ جانے کے لئے کہتے ہیں۔ پہلوان گلی کے دروازے پر جاکر اپنے پٹھوں کو اشارہ کر کے اندر بلا لیتے ہیں۔ سب کے ہاتھ میں ننگی تلواریں ہیں، وہ آڑ میں ہو جاتے ہیں)

(دروازے پر دستک)

منشی جی۔ "کون صاحب ہیں؟ اندر تشریف لے آئیے!"

(محمد یوسف اندر آتا ہے بغل میں بقچہ ہے)

محمد یوسف۔ (دور سے) "اجازت ہے؟ بندہ حاضر ہو سکتا ہے؟ (قریب آکر) آداب عرض!"

منشی جی۔ "جیتے رہو میاں صاحبزادے، میں نے پہچانا نہیں۔"

محمد یوسف۔ "خاکسار کو محمد یوسف کہتے ہیں۔"

منشی جی۔ "جی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

محمد۔ "میرے ابا لاہور والے صرّاف ہیں!"

منشی جی۔ "اور خانم کے بازار میں رہتے ہیں؟"

محمّد یوسف۔ "جی ہاں!"

منشی جی۔ "مگر تمھارے ابا کہاں ہیں؟"

محمّد یوسف۔ "بیمار ہیں۔ مجھی کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔"

(محمد یوسف بُقچہ کھولتا ہے)

منشی جی۔ "یہ کیا ہیں؟.... زیورات....؟ اچھا سمجھا..... مادھو بیٹے کی شادی کے زیور...."

محمد یوسف۔ "حضور ست لڑا تو تیار ہے۔ باقی زیورات بھی....."

منشی جی۔ "ہمیں افسوس ہے آپ کو اس وقت تکلیف دی...."

محمّد یوسف۔ "غلطی ہماری ہے سرکار، کام میں دیر ہوئی۔ ہم تو حضور کے نمک خوار ہیں۔ آدھی رات کو بھی حاضر!"

منشی جی۔ "ہم نے سنا ہے تم ہتھیار سازی کے فن میں ماہر ہو؟"

محمّد یوسف۔ "جی! کیا فرمایا؟"

منشی جی۔ "اور دلّی کی میگزین میں تمھارا آنا جانا ہے؟"

محمّد یوسف۔ "جی، میں سمجھا نہیں آپ کا مطلب؟"

(مولوی صاحب سامنے آجاتے ہیں)

مولوی صاحب۔ "تم مسلمان ہو؟"

محمد یوسف۔ "جی!"

مولوی صاحب۔ "صاحب ایمان ہو؟"

محمد یوسف۔ "جی!"

مولوی صاحب۔ "تمھیں اپنے دین سے محبت ہے؟"

محمد یوسف۔ "ہر صاحبِ ایمان کو ہونی چاہیے۔"

مولوی صاحب۔ "یہ قرآن شریف تمھارے سامنے ہے (کلام پاک دکھا کر) اِس پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاؤ کہ جو کام دین اور ایمان کا ہے، اُس میں ہماری مدد کرو گے۔ جو کام تمھیں سونپا جائے گا اُسے پورا کرو گے!"

محمد یوسف۔ "مگر... بغیر سوچے... بلا سمجھے۔ میں کیسے قسم کھا سکتا ہوں؟"

مولوی صاحب۔ "مسلمان ہو کر ڈرتے ہو، صاحبِ ایمان ہو کر گھبراتے ہو؟ مجھے دیکھو، اِس عمر میں بھی دین کے دشمنوں سے جنگ پر آمادہ ہوں! اور تم تو ماشاءاللہ جوان ہو!"

محمد یوسف۔ لیکن آپ مجھ سے کام کیا لینا چاہتے ہیں؟"

مولوی صاحب۔ "پہلے قرآنِ پاک پر ہاتھ رکھو...."

محمد یوسف۔ "جی، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا...."

(محمد یوسف چلنے لگتا ہے)

مولوی صاحب۔ (راستہ روک کر، ہاتھ رکھو۔ ۔ ۔ ورنہ (زور سے) کوئی ہے ؟"

(پہلوان اور اُس کے بیٹے نکل آتے ہیں۔ تلواریں سونت لیتے ہیں)

محمد یوسف۔ "آپ سمجھتے ہیں، آپ مجھے نہتا پا کر قتل کر دیں گے۔ اکیلا سمجھ کر مار ڈالیں گے لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ ایسا کر کے بھید نہیں پا سکتے۔ آج دِلّی میں صرف محمد یوسف ہی نہیں، سینکڑوں میرے ساتھی ایسے ہیں جو اِس کام میں لگے ہیں۔ آپ کس کس کو مار سکتے ہیں۔ آزادی کے پروانوں کی کمی نہیں۔"

(میر صاحب باہر نکل آتے ہیں)

میر صاحب۔ "ٹھہرئیے مولوی صاحب!۔ ۔ ۔ بچّہ سمجھدار ہے۔ ۔ ۔ اِس نے غور نہیں کیا کہ ہم بھی دین اور مذہب کے طرف دار ہیں۔ دشمن نہیں۔ اِس کے ساتھی ہیں جاسوس نہیں۔ ۔ ۔ ۔ میاں یوسف! تم بہادر ہو، ہمت والے انسان! ہم تمھاری تعریف سُن چکے ہیں۔ ہم وطن کی بھلائی چاہتے ہیں۔"

محمد یوسف۔ "معاف کیجئے۔ ۔ ۔ ۔ میں غلط سمجھا۔ ۔ ۔ ۔"

مولوی صاحب۔ "میاں یوسف! تم ہونہار ہو۔ اللہ تمھارے ہر کام میں برکت دے گا۔"

منشی جی۔ "ہم یہ چاہتے ہیں کہ۔ ۔ ۔ ۔"

محمد یوسف۔ "ارشاد!"

منشی جی۔ "ہم کو میگزین کے پوشیدہ کاغذات چاہئیں۔"

مولوی صاحب۔ "ہاں وہ کاغذات جن میں فرنگیوں نے ہندوستانی سپاہیوں کے مذہب

خراب کرنے کی تجویز تحریر کی ہے۔ فرنگی نے سُور اور گائے کی چربی سے کارتوس چکنے کئے ہیں۔ تاکہ جب سپاہی انھیں دانت سے کاٹیں تو ایمان جاتا رہے۔"

منشی جی۔ "بس اِس کا ثبوت چاہئے۔"

محمد یوسف۔ میگزین کا دربان رحیم بخش میرا ساتھی ہے۔ کوشش کروں گا، اللہ نے چاہا تو۔۔۔"

مولوی صاحب۔ "اللہ تمھیں اِس کارِ ثواب کے بدلے جنّت دے!"

محمد یوسف۔ "اب اجازت چاہتا ہوں!"

(محمد یوسف جاتا ہے۔ پہلوان اور اُن کے پٹّھے بھی باہر جاتے ہیں)

منشی جی۔ "معلوم ہوتا ہے دِلّی کے ہر گھر میں خفیہ تیّاریاں ہو رہی ہیں میگزین پر قبضہ ہونا مشکل نہیں۔"

مولوی صاحب۔ "میگزین پر قبضہ ہونا ہی چاہئے!"

میر صاحب۔ "ہوگا، اور ضرور ہوگا!"

مولوی صاحب۔ "ہر طرف کامیابی ہی کامیابی نظر آتی ہے۔ دین کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ مددگار ہے۔"

منشی جی۔ "جب آپ جیسے علمائے دین، فقیر، سادھو، سنت ہمارے رہنما ہوں تو فتح یقینی ہے!"

مولوی صاحب۔ "جس فقیر کی زندگی ملک اور دین کے کام نہ آئے وہ فقیر نہیں مطلب پرست ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ فوجوں میں جتنے مولوی اور پنڈت ہیں، اس دین کی لڑائی میں سب سے آگے ہیں۔۔۔۔ انقلاب کی آگ تیزی سے پھیل رہی ہے۔ آن کی آن میں ان فرنگیوں کو جلا کر بھسم کر ڈالے گی۔"

منشی جی۔ "آزادی کی جنگ شروع کرنے کے لئے ایک تاریخ مقرر ہو جائے تو اچھا ہے۔"

مولوی صاحب۔ "تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔ پلٹنوں میں آدمی گھوم رہے ہیں۔ ہندوستان کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پیغام بھیجے جا رہے ہیں۔ ہمارے سپاہی خاموشی سے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میر صاحب۔ "تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔۔۔۔ یعنی؟"

مولوی صاحب۔ "۳۱ مئی، اتوار کا دن، ہندوستان کی تاریخ میں ایک مبارک دن ہوگا!"

منشی جی۔ "۳۱ مئی، اتوار کا دن، مناسب تجویز ہے!"

مولوی صاحب۔ "فرنگی گرجا گھر میں ہوں گے۔ کام آسانی سے ہو جائے گا۔"

منشی جی۔ "ہندوستان آزاد ہوگا۔ فرنگی پائمال ہوگا ——— !!"

میر صاحب۔ "انشاء اللہ!"

(پاس مسجد سے اذان سنائی دیتی ہے)

مولوی صاحب۔ "فالِ نیک ہے!"

——— (پردہ) ———

دوسری مجلس

(پردہ اُٹھتا ہے۔ اسٹیج پر اندھیرا ہے۔ گلی کا چوکیدار ہاتھ میں لالٹین لئے اندر آتا ہے پیچھے پیچھے پہلوان ہے۔ پہلوان ڈیوڑھی کے دروازے کے پاس رُک جاتا ہے۔ چوکیدار دیوان خانے کے پاس جاتا ہے۔ اور آہستہ سے دستک دیتا ہے۔)

چوکیدار۔ (آہستہ سے) "منشی جی صاحب! ..... منشی جی صاحب....."

(منشی جی باہر آتے ہیں)

منشی جی۔ "کون؟ چوکیدار..... تم.....؟"

چوکیدار۔ "حضور....."

منشی جی۔ "کیا بات ہے چوکیدار؟"

چوکیدار۔ "پہلوان آئے ہیں سرکار!"

(پہلوان اندر آتے ہیں)

منشی جی۔ "پہلوان! تم .... ؟ اتنی رات گئے ـــــــ ؟"

پہلوان۔ "حضور! میرٹھ سے اطلاع آئی ہے فساد ہوگیا، انگریز مارے گئے۔ پلٹنوں نے فرنگیوں کو بھون ڈالا ـــــــ!"

منشی جی۔ "کیا کہا؛ فساد ہوگیا؛ فرنگیوں کو بھون ڈالا ـــــــ؟"

پہلوان۔ "جی ہاں! سچ کہہ رہا ہوں سرکار ......"

منشی جی۔ "ایسا کیسے ہو سکتا ہے پہلوان! یہ خبر صحیح نہیں۔"

پہلوان۔ "آپ میری بات مانیں حضور! میرٹھ سے سوار آیا ہے۔ خبر لایا ہے۔"

منشی جی۔ "سوار خبر لایا ہے! کہاں ہے وہ سوار؟"

پہلوان۔ "مولوی صاحب کے مکان پر ہے۔ مولوی صاحب نے جب سُنا تو پریشان ہو گئے۔ انھوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ خود بھی اِدھر آتے ہی ہوں گے۔"

(چوکیدار لالٹین رکھ کر ڈیوڑھی کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ باہر دیکھتا ہے)

منشی جی۔ "مجھے تو اس میں چال نظر آتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں ماننے کو تیار نہیں۔"

پہلوان۔ "اب میں کیا عرض کروں ....."

منشی جی۔ "پہلوان! تم نہیں جانتے، شاید تمھیں نہیں معلوم، تاریخ کا فیصلہ ہو چکا ہے ایک دن، ایک وقت، سارے ہندوستان میں جنگ شروع ہوگی...... ابھی وہ وقت نہیں آیا۔"

پہلوان۔ "تاریخ؟..... کون سی تاریخ.....؟"

منشی جی۔ "۳۱ رمئی، اتوار کا دن!"

پہلوان۔ (سوچ کر) مگر آج تو صرف گیارہ ہے!"

منشی جی۔ "جبھی تو کہتا ہوں۔ یہ بات سچ نہیں۔ ہو سکتا ہے دشمن ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہو۔"

پہلوان۔ شاید آپ کا خیال ٹھیک ہو، مگر سوار بھروسے کا آدمی ہے، دشمن نہیں۔"

چوکیدار۔ (اندر آکر) "مولوی صاحب آرہے ہیں۔"

(چوکیدار جاتا ہے)

منشی جی۔ "فیصلہ توڑنا ناممکن ہے، حضور جہاں پناہ کا فیصلہ سارے ہندوستان کو معلوم ہے!"

(مولوی صاحب آتے ہیں)

مولوی صاحب۔ "منشی جی صاحب! سنا آپ نے.....؟"

منشی جی۔ "کیا واقعی؟ مجھے تو....."

مولوی صاحب۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ (اِدھر اُدھر تیزی سے ٹہلنے لگتے ہیں۔) یہ کیسے ہوا؟"

منشی جی۔ "یقین نہیں آتا۔"

مولوی صاحب۔ "خبر پکی ہے۔ شک کی ذرا گنجائش نہیں! ــــــ ہندوستانی رجمنٹوں نے افسروں کو مار دیا۔ بنگلوں میں آگ لگادی۔ اب یہ بہادر دلّی کی طرف یلغار کر رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "ہیں! دِلّی کی طرف؟"

پہلوان۔ "جی ہاں، دِلّی آ رہے ہیں!"

مولوی صاحب۔ "دِلّی چلو! دِلّی چلو!! کے نعرے لگاتے ہوئے یہ میرٹھ کے سپاہی اب پہنچنے والے ہی ہوں گے!"

منشی جی۔ "اب کیا کرنا ہوگا؟"

مولوی صاحب۔ "ہمیں اِن کی مدد کرنی ہوگی!"

منشی جی۔ لیکن شہر پناہ کے سب دروازے بند ہیں۔ اُن کا شہر میں داخل ہونا مشکل ہوگا۔"

مولوی صاحب۔ "کیوں پہلوان؟"

پہلوان۔ "میں جاتا ہوں، انتظام کرتا ہوں۔ راج گھاٹ کے دروازے کا چوکیدار ہمارا ساتھی ہے۔"

(پہلوان جاتا ہے)

منشی جی۔ "آگ وقت سے پہلے ہی بھڑک اُٹھی۔"

مولوی صاحب۔ "آگ بجھ نہیں سکتی۔ دِلّی والوں کو اِن بہادروں کا ساتھ دینا ہی ہوگا۔"

(اسٹیج پر ہلکی سی روشنی ہو جاتی ہے۔ گلشن اور محمد یوسف آتے ہیں۔ محمد یوسف کے ہاتھ میں تلوار ہے۔)

منشی جی۔ "یوسف میاں!"

مولوی صاحب۔ "کہو گلشن! کیا خبر لائیں.....؟"

گلشن۔ "میرٹھ کے سوار دم کے دم میں پہنچنے والے ہوں گے۔"

محمد یوسف۔ "ہمیں فریزر صاحب کے باورچی نے سب بتا دیا۔"

منشی جی۔ "ہیں! کیا کہا؟ کمشنر کو پتہ لگ گیا؟"

محمد یوسف۔ "آپ فکر نہ کیجیے۔ اطلاع آئی مگر کمشنر نے پرواہ نہیں کی....."

گلشن۔ "شراب کے نشے میں دھت پڑا ہے۔ کھا کھا کر دُنبہ ہو رہا ہے۔"

مولوی صاحب۔ "دِلّی کی فوجوں کو خبر مل گئی تو لڑائی گھمسان کی ہو گی۔"

گلشن۔ "دِلّی کی پلٹنیں ہمارا ساتھ دیں گی۔"

محمد یوسف۔ "ہم فوجوں میں برابر گھوم رہے ہیں۔ فوجی بھائی ہمارے ساتھ ہیں۔"

مولوی صاحب۔ "میرٹھ کے سپاہیوں کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے۔ میاں یوسف! تم جاؤ۔ اور حکیم احسن اللہ خاں کو اطلاع دے دو۔ قلعے میں سب انتظام ٹھیک کر لیں۔ اِن فوجوں کا قلعے میں گھسنا ضروری ہے!"

محمد یوسف۔ "قلعے میں گھسنا مشکل نہیں۔ قلعے کے لاہوری دروازے پر گارد کے سب آدمی ہمارے ساتھ ہیں!"

منشی جی۔ "میگزین میں کیا حال ہے؟"

محمد یوسف۔ "رحیم بخش دربان نے سب بندوبست کرلیا ہے۔ اُس کا اشارہ پاتے ہی ہم لوگ ہلّہ بول دیں گے۔ میگزین پر قبضہ ہو جائے گا۔ میگزین میں کل پانچ انگریز ہیں۔"

منشی جی۔ "شاباش! یوسف میاں شاباش!"

مولوی صاحب۔ "دیکھنا ایک فرنگی بھی بچ کر نہ نکل جائے۔ سب ناکوں پر اپنے ساتھی بٹھا دو۔"

محمد یوسف۔ "اللہ نے چاہا تو ایک فرنگی بچ کر نہیں جاسکتا!"

(گلشن اور محمد یوسف باہر جانے لگتے ہیں۔ چوکیدار آتا ہے)

چوکیدار۔ "سرکار۔۔۔۔ سرکار! فوجیں آگئیں۔ سوار آن پہنچے۔ وہاں! وہاں جمنا کے اُس پار۔ بنگلے جلا ڈالے۔"

منشی جی۔ "کیا کہا؟ فوجیں آگئیں۔۔۔۔؟"

محمد یوسف۔ (جوش میں آکر) "اللہ اکبر! اللہ اکبر!!"

چوکیدار۔ "ہر ہر مہادیو! ہر ہر مہادیو!!"

(سب باہر چلے جاتے ہیں۔ چوکیدار رہ جاتا ہے)

چوکیدار۔ (اُوپر کی منزل کی طرف دیکھ کر) "نھتّو! اے او نھتّو۔۔۔۔! ہر ہر مہادیو ہر ہر مہادیو!!"

(ناچتا ہوا آلہ اُودل گانے لگتا ہے)

نھتّو۔ (اُوپر کی منزل سے) "کیا ہے؟ کیوں غُل مچار کھا ہے؟"

(نھتّو نیچے آتا ہے۔ چوکیدار خوشی میں ناچ رہا ہے)

چوکیدار۔ (نھتّو سے) "نوجیں، نوجیں، سوار، سوار!! جمنا میا کی جے!.... جمنا میا کی جے!!"

(چوکیدار نھتّو کو کھینچتا ہوا باہر لے جاتا ہے)

بہوجی۔ (زنانخانے کی چھت سے جھانک کر) "نھتّو! ارے او نھتّو! یہ کیا شور ہے؟ (باہر آکر) "یہ کون غُل مچار ہا ہے؟ ہیں! ابھی ابھی تو کوئی چلا رہا تھا۔ (اندر کی طرف جاکر) یہ گھر ہے یا کباڑ خانہ؟— ابھی تک صفائی نہیں ہوئی (صحن میں لالٹین رکھی دیکھ کر اور چوکیدار کو دیکھ کر) یہاں بیچ صحن میں لالٹین رکھی چھوڑ گیا۔ (اُوپر کی منزل کی طرف دیکھ کر) نھتّو! ارے او نھتّو!"

(چھوٹی بنّوں مادھو کی دُلہن کو لے کر باہر آتی ہے اور صحن میں بچھے پیڑھے پر بٹھاتی ہے۔ دُلہن گھونگھٹ کاڑھ کر بیٹھ جاتی ہے۔ چھوٹی بنّوں اُس کا بناؤ سنگھار کرتی ہے)

بہوجی۔ (چھوٹی بنّوں کے قریب جاکر) "ارے بس رہنے بھی دے، بس ہو چکے بھابی کے سنگھار! ذرا جہیز کے کپڑے اور زیور تو لے آ!"

(چھوٹی بنّوں بھابی سے چمٹ جاتی ہے)

بہو جی۔ "جا بیٹی جا، لے آ . . . . ."

(بڑی بنّوں ہار پروتی باہر آتی ہے)

بہو جی۔ (دُلہن کا گھونگھٹ اُلٹ کر) "چاند سا مکھڑا ہے پارو کا . . . . . میرے کلیجے کا ٹکڑا . . . . ."

(چھوٹی بنّوں بھابی کو پھر دیکھنا چاہتی ہے۔ بہو جی اُسے دھکیلتی ہیں۔ چھوٹی بنّوں اندر آجاتی ہے۔ مادھو آتا ہے۔ پنکھا ہانک رہا ہے۔)

مادھو۔ "اُف! اُف!! کس بلا کی گرمی ہے کہ جگر کباب ہوا جاتا ہے (دُلہن کے قریب آکر) اماں! اماں!! دیکھو ہم بھی آگئے۔ ہمیں نہیں دیکھو گی؟ کیوں؟ ہماری شکل اچھی نہیں؟"

بہو جی۔ "مادھو بیٹیا! اب تو اِس طرح بولنا چھوڑ دے۔ اب تو بڑا ہو گیا ہے۔ اسب کیا کہیں گے۔"

(مادھو دلہن کی شکل دیکھنے کے لئے آگے آتا ہے۔ بڑی بنّوں تیزی سے سامنے آن کر کھڑی ہو جاتی ہے)

بڑی بنّوں۔ "خبردار بھیا! جو اِدھر آئے۔ شرم نہیں آتی! . . . . ."

مادھو۔ "تو کون ہے؟ جا جا! ہار گوندھ! مالن کہیں کی۔ ہم کہتے ہیں ہمارے سامنے سے ہٹ جاوَ۔ ہمارا غصہ خراب ہے!"

(گامی خاں باہر سے مادھو کو آواز دیتا ہے)

مادھو۔ "آیا بھائی گامی آیا۔۔۔۔۔!!" (دلہن کی شکل دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن بڑی بنّوں نہیں دیکھنے دیتی۔ مادھو بڑی بنّوں کی چوٹی کھینچتا ہے)

بڑی بنّوں (چیخ کر) "ہائے میں مری!"

(مادھو باہر بھاگ جاتا ہے۔ بڑی بنّوں دوپٹے کے آنچل سے آنسو پونچھتی ہے)

بھوجی۔ "ٹھہر و تو سہی۔ جاہل کہیں کا (ڈیوڑھی کی طرف جاکر) پھر اُس غنڈے کے ساتھ (واپس آکر) چُپ ہو جا بیٹی!"

(لالہ جی کی بہو، اشرفی، امرتی چادریں اوڑھے اندر آتی ہیں۔ پنکھے جھل رہی ہیں)

لالہ جی کی بہو۔ (چادر اُتارتے ہوئے) "اے بھابی! سُنا تم نے شہر میں کیا ہو رہا ہے؟ سارے آدمی جمنا جی کی طرف بھاگے جارہے ہیں۔ ڈولی والوں کا انتظار کر کے، ہار جھک مار کر بیٹھ گئی۔ آج صبح سے پتہ نہیں۔ مَرے کہاں چلے گئے۔۔۔۔۔"

بھوجی۔ "ارے ہاں! صبح صبح یہاں بھی کوئی آیا تھا، بڑا شور مچایا، جمنا میا کی جے، جمنا میا کی جے، آج کاہے کے جے کارے، آج تو کوئی تیج تہوار بھی نہیں!"

(ننھّو گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے)

نتھو۔ "دین کی لڑائی! دھرم کی لڑائی۔۔۔!۔۔۔پانچ سوار۔۔۔۔دین۔۔۔
دین۔۔۔۔دین۔۔۔۔!"
(سب نتھو کی طرف دیکھتے ہیں۔ وہ اِدھر اُدھر بھاگتا ہے)

بہوجی۔ "ارے کیا بک رہا ہے؟"

نتھو۔ "دروازہ بند کرلو۔۔۔۔پھاٹک۔۔۔۔کواڑ۔۔۔۔لڑائی۔۔۔۔لڑائی۔۔۔۔
دین کی لڑائی!!"

لالہ جی کی بہو۔ "پگلا تو نہیں ہوگیا؟"

نتھو۔ "فوجیں آگئیں! فوجیں! سوار۔۔۔! سوار۔۔۔! پانچ سوار۔۔۔!!"
(باہر دور اللہ اکبر اور ہر ہر مہادیو کے نعرے سنائی دیتے ہیں)

نتھو۔ "سنا تم نے؟ سنو! سنو! وہ اللہ اکبر اور ہر ہر مہادیو کے نعرے لگ رہے ہیں۔"
(سب کان لگا کر سنتے ہیں)

لالہ جی کی بہو۔ "ہائے رام! یہ بیٹھے بٹھائے کیا مصیبت آگئی!"

نتھو۔ "دروازے بند کرلو! اندر جاؤ ——— اندر ——— بھاگو ———!!"
(اللہ اکبر اور ہر ہر مہادیو کے نعرے اب صاف سنائی دیتے ہیں۔ عورتیں گھبرا جاتی ہیں۔ اسٹیج پر کہرام مچ جاتا ہے۔ لڑکیاں اُوپر جاتی ہیں۔ لالہ جی کی بہو، بہوجی، دلہن کو لے کر زنانخانے میں جانا چاہتی ہیں۔ اِس بھگدڑ میں بہوجی کے پَیر میں موچ آجاتی ہے۔ وہ لنگڑاتی ہوئی اندر جارہی ہیں)

لالہ جی کی بہو۔ "اے نتھو! جا کہیں سے ڈولی لے آ۔ پینس، منجھولی جو کچھ بھی ملے، لے آ۔"

نتھو۔ "آج کوئی سواری نہیں ملے گی۔ اندر چلی جاؤ۔ اِس وقت باہر جانا ٹھیک نہیں!"

لالہ جی کی بہو۔ "ہائے رے کیا کروں، کہاں جاؤں؟"

(لالہ جی کی بہو دُلہن کے ساتھ اندر جاتی ہیں۔ باہر گلی میں شور ہوتا ہے۔ مارو! مارو! پکڑو! پکڑو! دوڑو! دوڑو! کی آوازیں سُنائی دیتی ہیں۔ نتھو دروازہ بند کر دیتا ہے)

بہوجی۔ "اری لڑکیو! نیچے اُتر آؤ۔ اندر جاؤ!"

چھوٹی بنّو۔ (اُوپر کی منزل سے) "وہ دیکھو، آگ سُلگ رہی ہے۔ مکان جل رہے ہیں!"

بہوجی۔ "آجاؤ! نیچے آجاؤ . . . . جلدی اُتر آؤ . . . . !"

(لڑکیاں نیچے آکر اندر چلی جاتی ہیں۔ بہوجی بھی اندر جاتی ہیں۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے)

نتھو۔ (اندر سے) "کون ہے ـــــــ؟"

ایک شہری۔ "میں ہوں بانکے لال! دروازہ کھول دو ـــــــ دروازہ کھول دو ـــ!"

(نتھو دروازہ کھولتا ہے۔ بانکے لال آتا ہے)

شہری۔ "جمنا جی کا پُل توڑ دیا۔ کشتیاں کھینچ لیں۔ سوار راج گھاٹ کے دروازے

سے اندر آ گئے اور دریا گنج کے سارے بنگلے جلا ڈالے۔ ننھّو! شہر میں غضب ہو رہا ہے۔ اب کیا ہو گا ــــــ ؟"

ننھّو۔ "کیا بتاؤں کیا ہو گا! گلی کا چوکیدار بھی سواروں کے ساتھ ہو لیا۔"

ایک شہری۔ "خاص بازار اور خانم بازار کے لاہوری صرّاف ہتھیار لے کر نکل پڑے۔ محمد یوسف اُن کا سردار ہے۔ وہ بھی سواروں سے مل گئے۔"

ننھّو۔ "اسی طرح فرنگیوں کو مارتے رہے تو شام تک ایک فرنگی نہ بچے گا۔"

(بہو جی زنانخانے سے ننھّو کو آواز دیتی ہیں۔ ننھّو زنانخانے کی ڈیوڑھی تک جاتا ہے)

بہو جی۔ (اندر سے) "ارے ننھّو! ذرا جا کر ڈولی پالکی لے آ۔ لالہ جی کی بہو بہت گھبرا رہی ہیں۔ اپنے گھر جانا چاہتی ہیں۔"

ننھّو۔ (ایک شہری سے) "کیوں بھئی بانکے لال! کوئی ڈولی مل جائے گی اس وقت ؟"

ایک شہری۔ "رام کا نام لو، اس وقت ڈولی پالکی کیا، ایک کہار بھی نہیں ملے گا۔ سب مارنے مرنے میں لگے ہیں!"

ننھّو۔ (باہر سے) "بہو جی! اس وقت کوئی سواری نہیں ملے گی۔ لالہ جی کی بہو سے کہہ دیجئے اندر ہی آرام کریں۔"

(دوسرا شہری گھبرایا ہوا اندر آتا ہے)

دوسرا شہری۔ "مار دیا! مار دیا! بس مار دیا!"

پہلا شہری۔ "کیا ہو گیا چُنّی لال! کس کو مار دیا ——— ؟"

دوسرا شہری۔ "مار دیا! بس مار دیا!"

سب۔ "کس کو مار دیا؟ کس نے مار دیا؟ کچھ بتائے گا بھی؟"

دوسرا شہری۔ "پانچ سواروں میں سے ایک سوار مارا گیا۔ ایک سوار مارا گیا!"

پہلا شہری۔ "ہیں! کیا کہا؟ میرٹھ کے سوار کو مار دیا ——— ؟"

دوسرا شہری۔ "ہاں ہاں! فریزر صاحب نے۔ فریزر صاحب نے مارا! ——— انھوں نے ایک سوار کو نشانہ بنایا۔ وہ اپنے گھوڑے سمیت وہیں ڈھیر ہو گیا۔ لیکن سواروں نے بھی ایسی تاک کر گولیاں ماریں کہ ایک گولی کپتان ڈگلس کے پاؤں میں لگی ——— !"

پہلا شہری۔ "پھر کیا ہوا؟"

دوسرا شہری۔ "سوار برابر اُن کا پیچھا کرتے رہے۔ فریزر صاحب نے قلعے کے لاہوری دروازے کے دربان کو حکم دیا۔ دروازہ بند کر لو، مگر پہرے کے صوبے دار نے حکم نہ مانا۔ دروازہ کھول دیا۔ سوار اندر داخل ہو گئے۔"

پہلا شہری۔ "پہرے کا صوبے دار سواروں سے ملا ہو گا۔"

دوسرا شہری۔ "سب اِن سواروں سے مِل گئے ہیں۔ نواب جھجّر کی پلٹنوں اور قلعے کے سپاہیوں نے بھی انگریز کا حکم ماننے سے انکار کر دیا!"

ننھو۔ "اور سنا ہے، ایک فرشتہ آسمان سے اُترا اور راج گھاٹ کا دروازہ کھول دیا۔"

ایک شہری۔ "ہاں! راج گھاٹ کا چوکیدار بھی اِن سواروں کے ساتھ تھا۔"

(گلی میں پھر شور ہوتا ہے۔ چند شہری اندر آتے ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں برچھی کسی کے بھالا ہے۔ کوئی لٹھ لئے ہے تو کوئی مُگدر اُٹھائے ہے۔ اللہ اکبر، اور دین، دین پکارتے ہیں)

تیسرا شہری۔ "ارے تم کہاں چھپے بیٹھے ہو بانکے اور چھَین ——؟"

چوتھا شہری۔ "فریزر اور ڈگلس دونوں کا صفایا" (زور زور سے ہنستا ہے) "سارے انگریزوں کا صفایا" (پھر ہنستا ہے)

تیسرا شہری۔ "راجہ کشن گڑھ کی کوٹھی میں جتنے انگریز بھی، اور بچے چھپے تھے سب کو بھون ڈالا۔ سانپ اور سنپولیوں سب کا خاتمہ!"

ننھو۔ "ہائے! ہائے! ننھے ننھے بچوں کو مار ڈالا۔ سچ سچ، یہ اچھا نہیں ہوا!!"

تیسرا شہری۔ (خوفناک ہنسی ہنستے ہوئے) "پاگل کہیں کا۔ تیرا خیال ہے اِن فرنگیوں کی اولاد کو اپنی چھاتی پر مونگ دلنے کے لئے زندہ رکھیں گے ——!"

(دُور توپوں کی آوازیں سُنائی دیتی ہیں)

ایک شہری۔ "سلامی کی توپیں چلیں شاید!"

دُوسرا۔ "یا پھر کہیں دھاوا بولا۔"

تیسرا۔ "بس شام تک دِلّی ہماری!!"

چوتھا۔ "دھرم دین کا بول بالا!"

تیسرا۔ "اللہ اکبر، اللہ اکبر!!"

ایک۔ "ہر ہر مہادیو! ہر ہر مہادیو!!"

(نعرے لگاتے سب باہر جاتے ہیں۔ اشرفی تیزی سے باہر آتی ہے۔ بڑی بنّوں نے اُس کا ہاتھ کس کر پکڑ رکھا ہے۔ اشرفی ہاتھ چھڑانا چاہتی ہے)

اشرفی۔ "میں جاؤں گی۔ ضرور جاؤں گی۔ چھوڑ دے۔ جانے دے مجھے بنّوں!"

بڑی بنّوں۔ "اری پگلی ہو گئی ہے کیا؟ کیسی باتیں کر رہی ہے۔ ایسے لڑائی دنگے میں باہر جائے گی؟"

اشرفی۔ "نہیں نہیں نہیں، میں اپنے بھائی جی کے پاس جاؤں گی! ضرور جاؤں گی! لالہ جی انتظار کر رہے ہوں گے۔ وہ میرے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے۔"

(بہو جی اور لالہ جی کی بہو باہر آتی ہیں)

بہو جی۔ "آجا بیٹی، آجا! آ! میری رانی آ!"

(اشرفی بہو جی سے چمٹ جاتی ہے اور رونے لگتی ہے)

بہو جی۔ "نہ بیٹی! نہ رو نہ! ابھی تھوڑی دیر میں چلی جائیو۔ سواری منگا دوں گی۔"

لالہ جی کی بہو۔ "ہائے! کیا کروں بھابی ——!"

بہو جی۔ (بڑی بنّوں سے) "اری بنّوں! بیٹی! تم دلہن کے پاس رہو۔ بہو گھبرا جائے گی بے چاری ——! (لالہ جی کی بہو سے) گھبراؤ نہیں!"

(کنھیا باہر آتا ہے)

کنھیا۔ "اماں! کیا ہو گیا اشرفی کو؟ ——— میں بُلا لاؤں ڈولی والوں کو ——؟"

بہوجی۔ "نہ بیٹا! نہ، تُو باہر مت جائیو۔ تیری طبیعت اچھی نہیں۔ جا، جا، اندر لے جا۔"

(چھوٹی بتوں باہر آتی ہے)

چھوٹی بتوں۔ "واہ! اری میری اشرفی، اتنی سی دیر میں گھبرا گئی۔ یاد نہیں بنجارن نے کیا کہا تھا، آندھیاں چلیں گی۔ طوفان آئیں گے۔ ڈرنے کی کیا بات، گلشن نے بھی کہدیا تھا، تھوڑے دنوں میں ہمارا راج ہو گا۔"

کنھیا۔ "اماں! اماں! ابھی ابھی سلامی کی توپیں چلی تھیں۔ اب تو باجے بجیں گے، بادشاہ کی سواری نکلے گی۔"

بہوجی۔ "ہاں! ہاں! ٹھیک بات ہے، اب تو ہمارا راج ہو گا۔ آ۔ اندر آ جا۔ گھبرا نہیں۔"

(چھوٹی بتوں اشرفی کو لے کر اندر جاتی ہے۔ میر صاحب باہر سے آواز دیتے ہیں کنھیا ڈیوڑھی تک جاتا ہے)

کنھیا۔ "میر صاحب آئے ہیں۔ اندر چلی جاؤ!"

بہوجی۔ (چلتے ہوئے) "دیکھ بیٹا! تیرے پتاجی بھی ساتھ ہیں یا نہیں؟"

(میر صاحب اور لالہ جی آتے ہیں)

کنھیا۔ "میر صاحب! آداب! چاچا! آداب!"

میر صاحب۔ "کیوں لالہ جی صاحب! ٹھیک کہا تھا نہ ہم نے؟ دِلی پر قبضہ ہونا مشکل نہیں۔

انگریز بُری طرح بھاگ رہے ہیں۔"

لالہ جی۔ "تعجب ہے صاحب! لیکن خیال رکھیئے یہ انگریز ماننے والے نہیں، فوجیں جمع کر کے پھر آئیں گے۔"

میر صاحب۔ "دیسی سپاہی تو اب اُن کا ساتھ دیں گے نہیں۔ وہ تو آپس میں مل گئے ہیں۔"

لالہ جی۔ "کیوں بٹیا کنھیا! منشی جی کہاں ہیں؟"

کنھیا۔ "قلعے گئے تھے۔ ابھی آئے نہیں۔"

میر صاحب۔ "پتہ نہیں قلعے میں اندر کیا حال ہے، منشی جی آئیں تو پتہ چلے۔ شہر میں تو..."

لالہ جی۔ "بنک توڑ ڈالا۔ گرجا گھر صاف کر دیا۔ اور پریس میں بھی آگ لگا دی۔"

میر صاحب۔ "بس دِلّی تو انگریزوں کے ہاتھ سے گئی سمجھو۔!"

کنھیا۔ "چاچا! ابھی تھوڑی دیر ہوئی بڑا شور مچا۔ گلی، محلّے کے آدمی نکل نکل کر بھاگے سب کے ہاتھوں میں برچھی بھالے تھے۔ یہ کہاں جا رہے تھے؟"

لالہ جی۔ "میگزین پر دھاوا بولنے کشمیری دروازے کی طرف۔"

کنھیا "جہاں بہت سا بارُود ہوتا ہے۔ تلواریں بندوقیں رکھی ہوتی ہیں؟"

میر صاحب۔ "محمد یوسف کے کیا کہنے۔ چار ہزار آدمیوں کو لے کر میگزین پر دھاوا بول دیا۔"

لالہ جی۔ "رحیم بخش دربان اُس کا ساتھی تھا۔ اشارہ پاتے ہی یوسف میاں روانہ ہو گئے۔"

میر صاحب۔ "میگزین پر قبضہ ہو گیا تو بہت سا سامان ہاتھ آجائے گا۔ ہتھیاروں کی کمی نہیں رہے گی!"

کنھیا۔ "چاچا! تھوڑی دیر ہوئی، توپیں چلی تھیں نا، یہ سلامی کی توپیں تھیں؟"

میر صاحب۔ "ہاں بیٹیا! دلّی اور میرٹھ کے سپاہیوں نے مل کر بادشاہ سلامت کو سلامی دی!"

کنھیا۔ (ہنسکر) "توپیں سُن کر اشرفی کی جان نکل گئی۔ بھاگی گھر سے باہر۔ (نقل بنا کر رو کر کہنے لگی، میں اپنے بھائی جی کے پاس جاؤں گی۔ وہ میرے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے!"

(لالہ جی ہنستے ہیں)

میر صاحب۔ "کہاں ہے اشرفی؟ بُلا کر لاؤ بٹیا کو یہاں!"

کنھیا۔ (اکڑ کر) "اُسے تو میں یہاں بیٹھے بیٹھے بُلا دوں!"

میر صاحب۔ "وہ کیسے؟"

کنھیا۔ (لالہ جی کے کان میں کچھ کہتا ہے) "کیوں، ٹھیک ہے نہ چاچا؟"

لالہ جی۔ "ہاں، میر صاحب! کنھیا کو اشرفی کی سب باتیں معلوم ہیں۔"

میر صاحب۔ "اچھا تو پھر دکھاؤ، اِسی بات پر اپنی جادوگری۔"

کنھیا۔ "ایک شرط پر!"

میر صاحب۔ "وہ کیا؟"

کنھیا۔ "منھ مانگا انعام ملے تو!"

لالہ جی۔ "اچھی بات ہے۔ دیکھیں تمھاری مانگ!"

(کنھیّا سودے والے کی آواز لگاتا ہے۔ "ریشم کے جال میں ہلایا۔ قند کا بنا ہے جلیبا کھالو")

اشرفی۔ (اندر سے) "ارے او جلیبے والے!"

(اشرفی اور چھوٹی بنّوں باہر آتی ہیں)

اشرفی۔ (اپنے باپ کو دیکھ کر) "بھائی جی ——!"

(باپ سے چمٹ جاتی ہے)

میر صاحب۔ (چھیڑ کر) "جاؤ بٹیا، جاؤ، پہلے جلیبا تو لے آؤ!"

(اشرفی اور چھوٹی بنّوں ڈیوڑھی تک جاتی ہیں۔ گلی میں اِدھر اُدھر جھانک کر واپس لوٹتی ہیں)

چھوٹی بنّوں۔ "اچھا اب سمجھی۔ یہ کنھیّا کی شرارت ہے!"

میر صاحب۔ "کیوں صاحب! یہ چپکے چپکے جھولی میں چھپائے کیا لے جارہی ہیں؟"

(سب ہنس پڑتے ہیں)

اشرفی۔ "دیکھئے میر صاحب! یہ کنھیّا بہت خراب ہے!"

کنھیّا۔ "کیوں میر صاحب! ہوگیا انعام، بس لائیے ایک جوڑا کبوتر کا ہمارے لئے۔"

میر صاحب۔ "واہ میاں، واہ بس ایسے لڑائی جھگڑوں میں تمھیں کبوتر خوب یاد آئے!"

چھوٹی بنّوں۔ "میر صاحب! آپ کے پاس بہت کبوتر ہیں ——؟"

میر صاحب۔ "ہاں! ہاں! کئی سو!"

چھوٹی بنّوں۔ "آپ ہمارے لئے ایک لقا لائیے۔"

میر صاحب۔ "لقا کبوتر، وہ، وہ جو یُوں مُنھ پھُلا کر (مُنھ پھُلاتے ہیں) ناچتا ہے۔"

(اشرفی، چھوٹی بنّوں، اور کنھیا ہنس پڑتے ہیں)

لالہ جی۔ (اشرفی کے گال پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے) "پگلی کہیں کی۔ تھوڑی دیر ہوئی رو تی تھی۔"

(اشرفی جھینپ جاتی ہے)

میر صاحب۔ "اچھا، لالہ جی! ہم چل دیئے۔"

لالہ جی۔ "کیوں؟ منشی جی کا انتظار نہ کیجئے گا؟"

میر صاحب۔ "اِن بچّوں نے بھی اچھا کبوتروں کا ذکر چھیڑ دیا۔ لڑائی جھگڑے میں فرصت نہیں ملی کابک دیکھنے کی۔"

(میر صاحب چلتے ہیں۔ منشی جی آتے ہیں)

منشی جی۔ آداب عرض! میر صاحب! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ —— اَہاہ، لالہ جی بھی تشریف فرما ہیں!"

لالہ جی۔ "کیوں صاحب! قلعے سے تشریف لا رہے ہیں کیا؟ قلعہ میں کیا حال ہوا؟"

منشی جی۔ "نہ پُوچھئے صاحب! پتہ پتہ جھُوم رہا ہے۔ ذرّہ ذرّہ ناچ اُٹھا ہے۔ شادیانے بج رہے ہیں۔ مبارکبادیاں گائی جا رہی ہیں۔ جشن و جلوس کی تیاریاں ہو رہی ہیں!"

میر صاحب۔ "حضور جہاں پناہ تو بہت خوش ہوں گے سپاہیوں کی خدمت سے۔"

منشی جی۔ "دیسی سپاہی قلعے اور دروازوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔ یہ بہادر اپنا سر حضور کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے تیار ہیں!"

میر صاحب۔ "یا اللہ تیری شان! مغلیہ سلطنت زندہ باد! شاہِ ظفر زندہ باد!!"

(ایک زور کا دھماکہ سنائی دیتا ہے)

منشی جی۔ "ہیں! یہ کیسا دھماکہ؟"

لالہ جی۔ "کیسی خوفناک آواز تھی ——!"

میر صاحب۔ "خدا خیر کرے!"

لالہ جی۔ "لڑائی پھر سے شروع ہو گئی کیا؟"

منشی جی۔ "میرا خیال ہے بارود میں آگ لگی ——"

میر صاحب۔ "ٹھیک سوچا آپ نے، میگزین ہی پر قبضہ کرنے گئے تھے سب لوگ —!"

(گلی میں شور بلند ہوتا ہے)

لالہ جی۔ "یہ کیسا شور ہے؟ جا کر دیکھوں، کیا بات ہے!"

(لالہ جی باہر گلی میں جاتے ہیں)

منشی جی۔ "محمد یوسف اور رحیم بخش کے ساتھ ہزاروں آدمی ہیں۔ وہ میگزین کو ضرور لے لیں گے!"

میر صاحب۔ "شہر کوتوالی پھر ان ہزاروں آدمیوں نے قیدیوں کو آزاد کیا۔ اور اپنے ساتھ

لے لیا۔ شہر کوتوال بھاگ گیا۔"

(لالہ جی گھبرائے ہوئے واپس آتے ہیں)

لالہ جی۔ "لوگ گھبرائے ہوئے کشمیری دروازے کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ کہتے ہیں میگزین میں آگ لگ گئی ہے۔"

منشی جی۔ "میگزین میں آگ لگا دی۔ جوش میں لوگ ہوش کھو بیٹھے۔ یہ یوسف میاں نے کیا کیا؟"

میر صاحب۔ "میگزین میں آگ لگانا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنا ہے۔"

منشی جی۔ "آیئے دیکھیں کیا ماجرا ہے!"

میر صاحب۔ "آپ ٹھہریئے! میں گھوڑے پر جا کر ابھی خبر لاتا ہوں۔"

(میر صاحب باہر جاتے ہیں)

منشی جی۔ "جناب لالہ جی صاحب!"

لالہ جی۔ "جی، منشی جی!"

منشی جی۔ "شاہی خزانہ خالی ہے۔ رسد کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ آپ شہر کے ساہوکاروں کو اکٹھا کیجئے۔ اور روپیہ جمع کیجئے۔ ورنہ ہمارے سپاہی باغی ہو جائیں گے!"

(میر صاحب واپس آتے ہیں۔ محمد یوسف ساتھ ہے۔ بُری طرح ہانپ رہا ہے۔ سر پر پٹی بندھی ہے۔ کپڑوں پر خون کے دھبے ہیں)

منشی جی۔ "یوسف میاں .... ؟"

محمد یوسف۔ "میگزین اُڑ گیا، میگزین اُڑ گیا! منشی جی صاحب! میگزین اُڑ گیا!!"

منشی جی۔ "ہیں! یوسف میاں کیا کہہ رہے ہو! میگزین اُڑ گیا! کیوں؟ کس طرح؟ کیسے؟"

محمد یوسف۔ "غضب ہو گیا! ستم ہو گیا! ہزاروں مارے گئے، رحیم بخش، ہائے رحیم بخش!"

منشی جی۔ "کیا کہا، ہزاروں مارے گئے..... رحیم بخش کو کیا ہوا؟"

محمد یوسف۔ "رحیم بخش مارا گیا! ہزاروں دِلّی والے مارے گئے۔"

لالہ جی۔ "بھئی کیا ہوا؟ بیٹا! بتاؤ تو سہی!"

محمد یوسف۔ "جب سپاہیوں اور دِلّی والوں نے میگزین پر ہلّہ بولا اور اُسے گھیر لیا تو جو انگریز اندر تھے اُنھوں نے میگزین میں آگ لگا دی!"

میر صاحب۔ "بارُود میں آگ لگا دی اور خود کو مار لیا؟"

محمد یوسف۔ "جی ہاں! صرف پانچ انگریز میگزین میں تھے۔ جب اُنھوں نے ہماری بھاری تعداد دیکھی تو بارُود میں آگ لگا دی۔ ہمارے ساتھی..... ہائے! ہائے! اب کیا ہوگا؟"......

(اسٹیج پر ہلکا سا اندھیرا ہو جاتا ہے۔ باہر گلی میں لوگوں کے کراہنے کی آوازیں سُنائی دیتی ہیں۔ لالہ جی ڈیوڑھی سے باہر جھانکتے ہیں!)

منشی جی۔ "یہ کیسی دردناک آوازیں ہیں؟"

میر صاحب۔ "یاالٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟"

لالہ جی۔ (ڈیوڑھی سے) "شہر کے کہار زخمیوں کو ڈولیوں میں بھر بھر کر لا رہے ہیں۔"

محمد یوسف۔ "ہائے! سوچا تھا کیا، اور کیا ہو گیا!"

منشی جی۔ "بس اتنی سی بات میں گھبرا گئے، یوسف میاں! بہادر ہو کر گھبراتے ہو! یہ جنگ ہے، ہمت رکھو۔ زخمیوں کی امداد کے لئے شہر کے تمام شفا خانے، اور دوا خانے کھل جانے چاہئیں۔ ہم بلی ماران جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو گے میر صاحب؟"

میر صاحب۔ "جی ہاں! چلئے!"

(میر صاحب لالہ جی اور منشی جی چلتے ہیں)

پہلوان۔ (باہر سے) "جناب منشی جی صاحب!"

منشی جی۔ "اندر آجاؤ پہلوان!"

(پہلوان اندر آتے ہیں)

منشی جی۔ "کیا خبر لائے پہلوان؟"

پہلوان۔ "حضور! شہر میں لوٹ مار ہو رہی ہے! رات کے اندھیرے میں شہر کے لُچے، لفنگے، اور بدمعاش دوکانوں اور مکانوں کے تالے توڑ رہے ہیں۔ دِلی والے خوف کے مارے گھروں میں بھاگ گئے۔ بازار کھلنے کا اب کوئی امکان نہیں!"

منشی جی۔ "اِدھر زخمیوں کی چیخ و پکار، اُدھر لوٹ مار۔ اس غنڈہ گردی کو روکنا چاہیے

یہ بدنظمی اچھی نہیں۔"

پہلوان۔ "شہر کوتوال بھاگ گیا۔ بدمعاشوں کو اب کسی کا خوف نہیں۔"

منشی جی۔ "غنڈوں اور بدمعاشوں کے ساتھ سخت کارروائی کی جائے گی۔ کون ہے اُن کا سردار؟"

پہلوان۔ "گامی خاں!"

منشی جی۔ "گامی خاں ——— شہر کا غنڈہ! ——— اُسے اُس کے ساتھیوں سمیت گرفتار کرلو۔ جانے نہ پائے۔"

(گلشن داخل ہوتی ہے)

گلشن۔ "دواخانے اور شفاخانے کھُل گئے ہیں۔ دِلّی کے حکیم اور وید جی جان سے زخمیوں کی مرہم پٹّی کر رہے ہیں۔ لیکن پٹّیوں کے لئے کپڑا نہیں مِل رہا دوکانیں بند پڑی ہیں!"

منشی جی۔ "کپڑے کی کمی ...... گلشن! جتنا کپڑا گھر میں موجود ہے لے جاؤ!"

(گلشن زنانخانے کی ڈیوڑھی تک جاتی ہے۔ چق سے باہر کپڑے کے تھان تھام لیتی ہے)

گلشن۔ "آپ کی عنایت کا شکریہ!"

منشی جی۔ "یہ کپڑا شہر کے بیماروں اور زخمیوں کے کام نہ آئے گا تو کس کام آئے گا۔ آئیے صاحب چلیے!"

(سب باہر چلے جاتے ہیں۔ سٹیج پر ہلکی سی روشنی ہے۔ مادھو دبے پاؤں اندر آتا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ پھر واپس ڈیوڑھی پر آجاتا ہے۔)

مادھو۔ "آجا یار گامی! میدان صاف ہے۔ کوئی نہیں ہے!"

(گامی خاں آتا ہے۔ کندھے پر پوٹلی ہے)

گامی خاں۔ "آج میرے دل کی مُراد پوری ہوئی۔ لالہ کو وہ مزہ چکھایا کہ یاد کرے گا۔ ہم کو بھکاری سمجھتا تھا۔ میاں ایک دفعہ اُدھار مانگنے گیا تو گھر سے نکال دیا۔"

مادھو۔ "بن مانگے موتی ملیں۔ مانگیں ملے نہ بھیک"

گامی خاں۔ (پوٹلی دکھا کر) "اب ہوش ٹھکانے آئے۔ سارے مال سے ہاتھ دھو بیٹھا نا!"

مادھو۔ "ہمارے پیچھے بھی ہاتھ دھو کر پڑا تھا۔ کہتا تھا مادھو شرابی کبابی ہو گیا ہے۔ جانتا نہیں ہم دِلّی کے تخت پر بیٹھنے والے ہیں۔ کیوں؟ گامی خاں!"

گامی خاں۔ "جی ہاں! صحیح فرماتے ہیں آپ!"

مادھو۔ "اور گامی خاں! تم ہمارے وزیر! اچھا تو اب دکھاؤ ہمارے خزانے میں کیا ہے؟"

گامی خاں۔ "آپ کو کیا چاہئے سرکار؟"

مادھو۔ "ہم کو ہار چاہئے۔ ہم اپنی دُلہن کو۔ اپنی ملکہ کو پہنائیں گے....."

گامی خاں۔ "ہار؟ کون سا ہار ——؟"

مادھو۔ "وہ جو لالہ جی کے مکان سے اُچکایا ہے۔"

(گامی خاں پوٹلی کھول کر دیکھتا ہے)

گامی خاں۔ "حضور آپ کے خزانے میں ہار کہاں ہے ؟"

مادھو۔ "دیکھو میاں گامی خاں! تم ہمارے وزیر ہو۔ ہمیں غچہ نہ دو۔ سولی پر چڑھا دیں گے ہم . . . . ."

گامی خاں۔ (پوٹلی مادھو کی طرف بڑھا کر) "لے لو یہ سارا مال آپ کا، آپ بھی کیا کہیں گے۔ کسی رئیس سے پالا پڑا ہے!"

(مادھو پوٹلی کھونند مارتا ہے)

مادھو۔ "بائیں ہاتھ سے دے دو اُستاد! ہم سے آنا کانی نہ کرو۔ ہمارا غصہ خراب ہے اس پوٹلی میں نہ اشرفیاں ہیں نہ زیورات!"

گامی خاں۔ "آپ کو تو وہم ہو گیا ہے حضور!"

(مادھو خنجر نکال لیتا ہے۔ گامی جانے لگتا ہے)

مادھو۔ (گامی خاں کا راستہ روک کر) "ہم جانے نہیں دیں گے گامی خاں! خون خچر ہو جائیں گے، اکیلے اکیلے مال ہضم کرنا چاہتے ہو!"

گامی خاں۔ (زور زور سے ہنستا ہے) "بس بگڑ گئے؟ اتنی سی دیر میں، لے یہ لو ہار! (ہار زمین پر پھینکتا ہے۔ مادھو اُٹھانے کے لئے جُھکتا ہے۔ گامی خاں خنجر چھین لیتا ہے۔) اب بول کیا کہتا ہے۔ ہار پیارا ہے یا جان پیاری ہے؟ مانگ!

کیا مانگتا ہے؟ ..... ہماری بلی ہمیں سے میاؤں؟"

(پہلوان اور اُس کے پیچھے ننگی تلواریں لئے آجاتے ہیں۔ مادھو موقع پاکر گامی خاں کی زد سے باہر ہو جاتا ہے)

گامی خاں۔ "کون تم ——؟"

پہلوان۔ "گرفتار کرلو اِن دونوں کو اور لے چلو قلعہ میں ....."

(مادھو اندر بھاگ جاتا ہے۔ گامی خاں کو پکڑ کر سب باہر جاتے ہیں۔ نتھو باہر آتا ہے۔ پیچھے پیچھے باہر جاتا ہے۔ لالہ جی آتے ہیں)

لالہ جی۔ "کہاں ہے مادھو! سنتا ہے یا نہیں (زنانخانے کی ڈیوڑھی کے قریب جا کر) مادھو باہر آ!"

کنھیّا۔ "چاچا، آپ ....." (لالہ جی کے قریب جاتا ہے۔ لالہ جی کنھیا کو دھکا دیتے ہیں۔ کنھیّا ڈر کر بھاگتا ہے۔)

لالہ جی۔ "کہاں ہے تیرا بھائی؟ لُچا کہیں کا! چور! بدمعاش!!"
(اشرفی باہر آتی ہے)

اشرفی۔ "بھائی جی!"

لالہ جی۔ "اشرفی بلا لاؤ اپنی بہن اور ماں کو، اور چلو میرے ساتھ!"

اشرفی۔ "آپ تو ناراض ہو رہے ہیں"

لالہ جی۔ "سنا نہیں میں نے کیا کہا، چلو میرے ساتھ گھر، اب میں اس گھر میں ایک پل

نہیں ٹھہر سکتا!"

(لالہ جی کی بہو آتی ہیں۔ اسٹیج کے ایک طرف گھونگھٹ نکال کر کھڑی ہو جاتی ہیں)

لالہ جی کی بہو۔ کیا ہو گیا، آپ کس پر خفا ہو رہے ہیں؟"

لالہ جی۔ "میں لُٹ گیا۔ برباد ہو گیا۔ ہماری دُکان، ہمارا مکان اِن بدمعاشوں نے لُوٹ لیا!!"

اشرفی۔ "ہیں! ہمارا مکان لُوٹ لیا؟"

لالہ جی کی بہو۔ "کیا کہا۔ دُوکان لُوٹ لی؟"

لالہ جی۔ "میں اِس منشی کی بات میں آگیا۔ میں نے آنکھ میچ کر اِس کی مدد کی اور اِس کی اولاد نے مجھے سانپ بن کر ڈس لیا۔"

لالہ جی کی بہو۔ "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟"

لالہ جی۔ "آج میں اِس مادھو کے بچے کو بندوق سے مار دوں گا۔ اس کی ہڈی پسلی توڑ دوں گا!"

(چھوٹی بنّوں، بڑی بنّوں، امرتی بھی باہر آتی ہیں)

لالہ جی۔ "میرا گھر اُجاڑ ڈالا۔ میری ایک ایک چیز لُوٹ لی.....!"

لالہ جی کی بہو۔ "مادھو نے ـــــــ؟"

لالہ جی۔ "ہاں! ہاں! اُس لُچّے نے ـــــــ گامی خاں کے شاگرد نے بڑا شریف

کا بچہ بنا پھرتا ہے ..... اب میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا ..... یہ مادھو زہری ہے ..... !"

چھوٹی بنّوں۔ "ہیں! بھیّا .... !"

لالہ جی۔ "میں کہتا ہوں آپ کھڑی کھڑی کیا سوچ رہی ہیں، فوراً یہاں سے نکل چلو یہ مکان مجھے کاٹ رہا ہے!"

لالہ جی کی بہو۔ "جا بیٹی! میری چادر لے آ، اندر سے!"

لالہ جی۔ "نہیں نہیں کچھ نہیں چاہیے۔ پڑی رہنے دو چادر! آجائے گی اِنھیں کے کفن کے کام!"

لالہ جی کی بہو۔ "ہائے رے ہمارا سب کچھ لُٹ گیا۔ ہم برباد ہو گئے۔"

(امرتی، اشرفی لالہ جی کی بہو سے چمٹ جاتی ہیں)

بہو جی۔ (زنانخانے سے) "اے بہو! کیا ہو گیا؟"

لالہ جی کی بہو۔ "سُن لیں اپنے بیٹے کی، اپنے لاڈلے کی کرتوت؟ لُوٹ کا مال گھر میں بھر لیا؛ اب تو کلیجے کو ٹھنڈک مل گئی؟" .....

بہو جی۔ "اے بہو! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم تو یہاں صبح سے بیٹھی ہو۔ ہمیں تو پتہ بھی نہیں۔"

لالہ جی کی بہو۔ "ابھی نہیں تو تھوڑی دیر میں پتہ چل جائے گا۔ جب تمھارا لاڈلا اشرفیوں سے جھولیاں بھر بھر کر تمھارے قدموں میں ڈالے گا!"

بہو جی۔ "نہ کرے بھگوان، ہم کسی کا مال چرائیں۔ نہ کرے پرماتما ہمارے ایسے دن

آئیں - ہم کوئی چور ڈاکو تھوڑا ہی ہیں!"

لالہ جی کی بہو۔ "پُوچھ لو نا اپنی اولاد سے . . . . مادھو اندر ہی تو ہے . . . . ہمیں ہمارا مال مِل جانا چاہئے . . . . چلو بیٹی! . . . . چلو . . . یہ کہاں وِوال!"

بہو جی۔ "اے بہو! ٹھہرو تو . . . . میں تمھارا سب کچھ دلوا دوں گی، ایسے مت جاؤ! یُوں خفا مت ہو۔"

(لالہ جی، لالہ جی کی بہو، اشرفی، امرتی باہر جاتی ہیں)

بہو جی۔ (باہر آکر) "ہائے رام اب کیا ہو گا؟ اِس مادھو نے ہماری ناک کٹوا دی۔ ہمارے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگ گیا۔"

کنھیا۔ (باہر آکر) "اماں! مادھو بھیا نے چوری کی ———؟"

چھوٹی بنّوں۔ "اور چاچا کو لُوٹ لیا۔"

بڑی بنّوں۔ "اب اشرفی، امرتی ہم سے کبھی نہیں بولیں گی۔ وہ مجھ سے کُٹّی کر دیں گی!"

(نتھو آتا ہے۔ کندھے پر بوری ہے۔ اُوپر کی منزل کی سیڑھی پر قدم رکھتا ہے)

بہو جی۔ "ارے نتھو! . . . . اے نتھو . . . . !"

(نتھو سیڑھی پر چڑھتا ہے)

بہو جی۔ (چونک کر) "دیکھو بیٹا کنھیا! یہ نتھو کیا لے جا رہا ہے؟ یہ کیا اِسکے پاس؟"

کنھیّا۔ (چِلّاکر) "کیوں رے ننھّو! کیلا ہے تیرے پاس ؟"

چھوٹی بنّو۔ "اماں! ننھّو بھی کسی کو لُوٹ لایا؟"

بڑی بنّو۔ "کیوں رے تُو نے بھی چوری کی ہے کیا ؟"

بہو جی۔ "ہائے رے یہ کیا ہو گیا؟ یہ کیسے دن آ گئے؟ قسمت پھوٹ گئی ہماری!"

(کنھیّا بھاگ کر ننھّو کے پیچھے سیڑھیوں پر جاتا ہے)

کنھیّا۔ "دکھا! دکھا! کیا ہے اِس بوری میں ؟"

(کنھیّا بھاگ کر واپس آتا ہے)

کنھیّا۔ "اماں! اماں! دیکھو! دیکھو! (بچّے کے جُوتے دکھاکر) یہ کیا ہے ؟"

بہو جی۔ ہیں! یہ تو کسی بچّے کا جُوتا ہے! جُوتے چُرا لایا کسی کے ؟"

کنھیّا۔ "نہیں اماں! نہیں، ننھّو بچّے چُرا لایا ہے!"

بہو جی۔ "ہیں! کیا کہا؟ بچّے ؟"

(اُوپر کی منزل سے بچّے کے رونے کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ چھوٹی بڑی بنّو بھاگ کر سیڑھیوں کی طرف جاتی ہیں)

چھوٹی بنّو۔ "کیوں رے ننھّو! یہ کس کے بچّے ہیں ——؟"

بہو جی۔ "نیچے تو آ کمبخت! یہ کیا لے آیا —— ؟"

(چھوٹی بنّو ننھّو کے پیچھے جاتی ہے)

چھوٹی بنّو۔ (اُوپر کی منزل سے) "اماں! اماں! دو ننھّے ننھّے بچّے۔ فرنگیوں کے بچّے!"

(مادھو دیوان خانے سے باہر آتا ہے)

مادھو۔ "جو فرنگیوں کو گھر میں چھپائے گا ہم اُس کا سر قلم کر دیں گے، کہاں ہیں فرنگی بچے؟ کس نے چھپائے ہیں بتاؤ ــــــ؟"

بھوجی۔ "مادھو بیٹیا! مادھو!"

چھوٹی بٹوں۔ "مادھو بھیا! لالہ جی روٹھ گئے ہم سے!"

بڑی بٹوں۔ "اور چاچی بہت غصّے میں تھیں!"

چھوٹی بٹوں۔ "اشرفی، امرتی اب پھر کبھی نہ آئیں گی!"

مادھو۔ "تو ہم کیا کر سکتے ہیں نہ آئیں۔ مارو گولی سب کے!"

بھوجی۔ "بٹیا! یہ تو نے کیا کیا؟ لالہ جی کی دکان لوٹ لی۔ مکان کا تالا...."

مادھو۔ (بات کاٹ کر) "کون کہتا ہے؟ جھوٹا کہیں کا۔ ہم کوئی چور ڈاکو ہیں کیا؟"

بھوجی۔ "ہاں! بیٹا ہاں! تو کوئی چور، ڈاکو تھوڑا ہی ہے۔ تو پھر کس نے لوٹا لالہ جی کو؟"

مادھو۔ "ہمیں کیا معلوم؟ ہم نے کیا زمانے بھر کا ٹھیکہ لیا ہے!"

بھوجی۔ "یہ گامی خاں کون ہے؟ تیرا دوست ہے؟"

مادھو۔ "ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہوگا کوئی!"

بھوجی۔ "بتا دے بٹیا! بتا دے! دیکھ تو تو میرا چاند ہے، آنکھوں کا تارا ــــــ"

(منشی جی غصّے میں بھرے آتے ہیں)

منشی جی۔ "یہ ایسے نہیں بتائے گا۔ جب تک ہنٹروں سے سُوڑا نہ جائے گا ــــ بتاؤ

مال کہاں ہے؟ آوارہ گرد! چور! اُچکا!! شرم نہیں آتی دوکان کے تالے توڑتے، مکانوں میں ڈاکے ڈالتے ـــــ؟"

مادھو۔ "پتاجی ـــــ!"

منشی جی۔ "پتاجی کا بچہ! میں تیری نس نس سے واقف ہوں۔ مجھے تیری ہر بات کا پتہ ہے آدھ گھنٹے کے اندر اندر یہاں سب مال لاکر رکھ دو ورنہ . . . . ."

مادھو۔ "جی . . . . جی . . . . میں نے کسی کا مال نہیں چرایا!"

منشی جی۔ "چوری اور سینہ زوری، کنھیا! جاؤ، اندر سے میرا ہنٹر اٹھا لاؤ۔"

(کنھیا دیوان خانے میں جاتا ہے)

بہو جی۔ "بتادے بیٹا! بتادے!"

منشی جی۔ "تم مت بولو۔ بیچ میں سے ہٹ جاؤ۔ میں آج اس کی کھال اُدھیڑ دوں گا . . . . .! بتاؤ لالہ جی کے زیور اور اشرفیاں کہاں ہیں؟"

چھوٹی بنّو۔ "ہیں! زیور ـــــ؟"

بڑی بنّو۔ "اشرفیاں ـــــ؟"

منشی جی۔ "اس چور نے، ڈاکو نے پانچ ہزار اشرفیاں چرائی ہیں، اور لالہ جی کا تمام زیور مار لیا!"

بہو جی۔ "ہیں! یہ کیا کیا تو نے بیٹا؟"

(کنھیا ہنٹر لے کر آتا ہے۔ منشی جی ہنٹر لے لیتے ہیں)

منشی جی۔ (ہنٹر کو زمین پر پٹک کر) "بول!"

بہو جی۔ (رو کر) "ارے بیٹا کنھیا! جا! جا! جلدی سے جا میر صاحب کو بُلا لا۔ یہ مار ڈالیں گے میرے بیٹے کو، لالہ جی سے کہہ دے ہم تمھاری پائی پائی چُکا دیں گے۔ جا بیٹا! میں مادھو سے سب کچھ دلوا دوں گی۔ جلدی جا۔"

(کنھیا جاتا ہے)

منشی جی۔ (مادھو کے قریب آکر) "جواب دو!"

مادھو۔ "گامی خاں نے شہر سے دُور جنگل میں چھپا دیا ہے!"

منشی جی۔ "اچھا تمھارا فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے۔ (زور سے آواز دے کر) "پہلوان... ... اندر آ جاؤ..... گامی خاں کو باہر پہلوان پکڑے کھڑے ہیں۔ اندر بُلاتا ہوں۔ جھوٹ سچ کا پتہ چل جائے گا۔"

(ننھو آتا ہے)

منشی جی۔ "جاؤ ننھو! پہلوان کو اندر بُلا لاؤ!"

(ننھو جاتا ہے)

بہو جی۔ "آپ مادھو کو معاف کر دیجیے۔ وہ بچہ ہے۔ اب ایسا نہیں کرے گا!"

منشی جی۔ (ڈانٹ کر) "تم خاموش رہو۔ اِس کا فیصلہ تمھارے اور میرے ہاتھ میں نہیں ہے..... تم اندر چلی جاؤ!"

(بہو جی اور لڑکیاں اندر جاتی ہیں۔ پہلوان گامی خاں کی مشکیں کسے اندر آتے

ہیں۔ نتھو ڈیوڑھی میں رک جاتا ہے، چند شہری داخل ہوتے ہیں)

ایک شہری۔ "یہی ہے حضور! وہ بدمعاش جس نے میری بچی کے کانوں کی بالیاں اتاریں"

دوسرا شہری "اور حضور! یہ میرے تمام برتن بھانڈے اٹھا کر لے گیا"

تیسرا۔ "اس کے اشارے پر تمام غنڈوں نے میرا غلہ لوٹ لیا!"

دوسرا۔ "ہائے! اب میں کیا کروں، میرے پاس تو جو کچھ تھا لٹ گیا۔ میں دانے دانے کو محتاج ہو گیا!"

ایک۔ "گامی خاں کو سزائے موت ملنی چاہیے!"

دوسرا۔ "اسے درخت سے الٹا لٹکا دیا جائے!"

تیسرا۔ "اسے توپ کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا جائے!"

منشی جی۔ "گامی خاں! ان سب کا مال کہاں ہے؟"

گامی خاں۔ "حضور میں بے قصور ہوں۔ مادھو سرکار سب کچھ جانتے ہیں!"

مادھو۔ "م..... م.... مجھے کیا معلوم....."

گامی خاں۔ "حضور! میں نے جو کچھ کیا (مادھو کی طرف اشارہ کر کے) سرکار کے کہنے پر!"

ایک شہری۔ "جھوٹ بولتا ہے!"

دوسرا۔ "یہی سب کا سرغنہ ہے!"

تیسرا۔ "لوٹ کا مال اس کے پاس ہے!"

منشی جی۔ "گامی خاں! تم جانتے ہو، اِس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ اِن سب کا مال دے دو۔ ورنہ ......"

گامی خاں۔ "حضور! مال میرے پاس نہیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ مال تو مادھو نے اونے پونے داموں پر بیچ دیا۔ اِنھیں سے پُوچھیے۔"

مادھو۔ "گامی خاں! اتنا جھوٹ.....؟"

منشی جی۔ "چُپ رہو مادھو! ڈاکو تم بھی ہو۔ جو سزا گامی کو ملے گی وہی تمھیں بھی دی جائے گی! (سب سے مخاطب ہو کر) میں حضور جہاں پناہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سب کی تکالیف بیان کروں گا..... اور سفارش کروں گا کہ اِن سب بدمعاشوں کو توپ سے اُڑایا جائے ——!"

(زنانخانے سے چیخ سُنائی دیتی ہے)

منشی جی۔ (زنانخانے کی ڈیوڑھی کے قریب جا کر) "خبردار! جو کسی نے مُنھ سے آواز نکالی..... پہلوان! دیکھتے کیا ہو، اِس بے ایمان کی بھی مشکیں کس لو۔ اور لے چلو ——!"

(پہلوان اور پٹھے مادھو کی مشکیں کس لیتے ہیں۔ اور تلاشی لیتے ہیں میر صاحب آتے ہیں۔ پیچھے پیچھے کنھیا آتا ہے)

میر صاحب۔ "ارے بھئی! یہ کیا تماشا ہے؟ —— یہ کیسی کچہری لگی ہے؟ (شہریوں کی طرف دیکھ کر) کیوں جناب آپ کا کچھ نقصان ہو گیا کیا ——؟"

منشی جی۔ "گامی خاں اور مادھو نے مل کر شہر لُوٹ لیا!"

تیسرا شہری۔ "میری دوکان لُوٹ لی۔ سارا غلّہ لے گیا!"

دوسرا۔ "میرے پاس کھانے کو بھی نہیں رہا!"

میر صاحب۔ "ہم حضورِ جہاں پناہ سے آپ کا سب کچھ دلوا دیں گے۔"

دوسرا۔ "میر صاحب! آپ کا شکریہ! ہم چلیں آپ کے ساتھ؟"

منشی جی۔ "گامی خاں اور مادھو کو قلعے کے میدان میں لے چلو پہلوان!... چیزیں یہ چُرائیں اور سب کا نقصان بادشاہ سلامت بھریں.... یہ نہیں ہو سکتا۔ مال اِن ہی کو واپس دینا ہوگا.... ورنہ اِن کی خیر نہیں...."

پہلوان۔ (منشی جی کو ہار دکھا کر) "مادھو بھیّا کے پاس تو صرف یہ ہار ہی تھا۔ وہ میں لالہ جی کے پاس پہنچا دوں گا۔"

منشی جی۔ (ہار لے کر) "ثابت ہو گیا کہ مادھو واقعی چور ہے...."

(لالہ جی آتے ہیں)

لالہ جی۔ "جناب منشی جی صاحب! ہم نے رسد کا انتظام کر لیا ہے۔ ہم ابھی ابھی قلعے سے آ رہے ہیں۔ حضورِ جہاں پناہ تشریف لا رہے ہیں۔ اُن کی سواری نکلے گی۔ وہ سب کی دوکانیں کھُلوانے آ رہے ہیں۔ (شہریوں کی طرف مخاطب ہو کر) آپ اطمینان رکھیں، آپ کا سب مال مل جائے گا۔"

میر صاحب۔ "کیا حضورِ والا شہر کے انتظام کے لئے خود تشریف لا رہے ہیں؟"

لالہ جی۔ "جی ہاں! بس سواری نکلنے ہی والی ہے.... آپ لوگ اب اپنے گھر جائیں۔
آپ کے مال کا میں ذمّہ دار...."

ایک شہری۔ "آپ کا شکریہ!"

(سب شہری جاتے ہیں)

منشی جی۔ "لالہ جی صاحب! میں نادم ہوں۔ جو سزا آپ چاہیں اِنھیں دے سکتے ہیں۔
ملزم حاضر ہیں!"

لالہ جی۔ "انسان سے بھُول ہو جاتی ہے۔ مادھو ابھی بچّہ ہے۔ گامی خاں کے چکّر میں
پھنس گیا۔ پہلوان! مادھو کی مشکیں کھول دو۔ آئندہ ایسا نہیں کرے گا!"

منشی جی۔ "لالہ جی صاحب! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ یہ انصاف نہیں ہے۔ مادھو
اور گامی خاں دونوں ملزم ہیں!"

میر صاحب۔ "مادھو نے ہار دے دیا۔ گامی خاں چاہے تو وہ بھی چھُوٹ سکتا ہے۔ لالہ
جی کا مال دے دے۔ اِس کو ایک ایک چیز واپس دینی پڑے گی!"

منشی جی۔ (گامی خاں کے قریب جاکر) "دیکھو گامی خاں! میری عزّت تمھارے ہاتھ
ہے۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں، لالہ جی کا مال واپس دے دو!"

(گامی خاں ہاں کر دیتا ہے)

منشی جی۔ "شاباش! تم نے میری عزّت رکھ لی۔ گامی خاں کی مشکیں کھول دو!"

(پہلوان گامی خاں اور مادھو کی مشکیں کھولتے ہیں۔ گامی خاں باہر اور مادھو

اندر بھاگتا ہے۔ ڈھنڈورچی پٹتی ہے۔)

ڈھنڈورچی۔ (باہر سڑک پر) خلقت خدا کی! ملک بادشاہ کا! حکم بادشاہ کا ——!"

میر صاحب۔ "سنا آپ نے؟ حکم کمپنی بہادر کا نہیں، حکم بادشاہ کا!"

لالہ جی۔ "حضور جہاں پناہ کی سواری آ رہی ہے!"

(پہلوان کے پٹھے باہر جاتے ہیں)

میر صاحب۔ "منشی جی صاحب! کس سوچ میں پڑ گئے۔ آئیے! آئیے! سواری میں شریک ہو جیئے! —— چلئے! چلئے!"

(میر صاحب، لالہ جی، منشی جی باہر جاتے ہیں۔ ننھو پہلوان کو روک لیتا ہے)

پہلوان۔ (ننھو سے) "منشی جی نے گامی خاں کو چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ وہ قوم اور ملک کا دشمن ہے۔ اُس کو آزاد رکھنا خطرے سے خالی نہیں۔"

ننھو۔ "اگر گامی خاں آزاد نہیں ہوتا تو مادھو بھیا بھی توپ سے اُڑا دیئے جاتے!"

پہلوان۔ "مادھو اور گامی خاں کی دوستی اچھی نہیں۔ گامی خاں پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ناگ ہے، کالا ناگ! اُس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا۔"

ننھو۔ "بھائی پہلوان! ایک بات ہے!"

پہلوان۔ "کیا بات ہے ننھو ——؟"

ننھو۔ "تمھیں تو بچوں سے بہت پیار ہے۔ تم چاہو تو اُن بچوں کو بچا سکتے ہو۔"

پہلوان۔ "کن بچوں کو —— کس کے بچوں کو ——؟"

نھتو۔ "پہلوان! تم میری مدد کر سکتے ہو؟ تم اِن دونوں بچّوں کو چھپالو!"

پہلوان۔ "کون سے بچّے؟ کیسے بچّے؟ ..... یہ کیا کہہ رہے ہو نھتو؟"

نھتو۔ "میں دو فرنگی بچّوں کو اُٹھا لایا ہوں۔ انھیں بچالو ———!"

پہلوان۔ "کہاں ہیں وہ؟"

نھتو۔ "اُوپر میری کوٹھری میں!"

پہلوان۔ "کسی نے دیکھا تو نہیں؟"

نھتو۔ "مادھو بھیّا جانتے ہیں۔ وہ بہت ناراض ہیں..... مجھے ڈر ہے کہیں گامی خاں سے نہ کہہ دیں ———!"

پہلوان۔ "منشی جی کے مکان کی تلاشی ہو گئی تو یہ بچّے بے موت مارے جائیں گے۔"

نھتو۔ "میں چاہتا ہوں اِن بچّوں کو کہیں اور چھپا دوں!"

پہلوان۔ "کہاں چھپانا چاہتے ہو؟"

نھتو۔ "تمھارے اکھاڑے میں چھپادوں؟"

پہلوان۔ "وہاں تو کھُلے میدان کی ریوڑیاں ہیں۔ وہاں کہاں چھپاؤ گے؟ وہ جگہ ٹھیک نہیں۔"

نھتو۔ "تمھارے مکان میں تو تہہ خانہ بھی ہے!"

پہلوان۔ "ہے تو سہی، مگر ———!"

نھتو۔ "پہلوان! تمھارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟ تمھیں کس کا ڈر.....؟"

پہلوان۔ (چاروں طرف دیکھ کر) "کہاں ہیں بچّے؟"

ننھّو۔ "ابھی لایا۔"

(ننھّو اُوپر جاتا ہے)

کنھیّا۔ "اُستاد!"

پہلوان۔ "کنھیّا بیٹا!"

کنھیّا۔ "بھیّا بچ گئے! بھیّا بچ گئے ——!"

پہلوان۔ "ہاں کنھیّا! لالہ جی نے بچا لیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

کنھیّا۔ "اور میر صاحب نے بھی تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

(گلشن کا بیٹا شیخو باہر سے کنھیّا کو آواز دیتا ہے)

پہلوان۔ "کون آیا ہے؟"

کنھیّا۔ "گلشن کا بیٹا۔ شیخو! میرا ساتھی، بچھڑی پلٹن کا سپاہی!"

(کنھیّا باہر جاتا ہے۔ ننھّو بوری لے کر نیچے اُترتا ہے)

ننھّو۔ (پہلوان کو بوری دے کر) میں تمھارا عمر بھر احسان نہ بھولوں گا۔ ۔ ۔ پہلوان! ذرا خیال رکھنا!"

پہلوان۔ ننھّو! —— یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟ مجال ہے جو کسی کو پتہ چل جائے۔ جان بھی چلی جائے، لیکن اِس کا بھید کسی کو نہ دوں گا ——!"

(پہلوان جاتا ہے۔ گلشن آتی ہے)

گلشن۔ "ننھو! ارے او ننھو! سُنا تو نے، حضور جہاں پناہ کی سواری آ رہی ہے۔"

ننھو۔ "ڈھنڈوری تو پٹی تھی۔"

گلشن۔ "ڈھنڈوری نہیں، سواری قلعے سے چل دی۔ آتی ہی ہوگی ——"

(شیخو اور کنھیا اندر آتے ہیں)

ننھو۔ "واہ کیا جوڑی ہے!"

گلشن۔ "بچھیرا پلٹن کے سپاہی ہیں! آج بہت خوش ہیں دونوں۔"

(نوبت نفیری بج رہی ہے۔ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے)

کنھیا۔ "ہم بھی اب روز جشن منائیں گے!"

گلشن۔ "ہاں! کیوں نہیں، اب تو ہنسی خوشی کے دن پھر آ گئے۔"

کنھیا۔ "قلعہ میں مشاعرہ ہوتا ہے اور ہم یہاں تڑپتے رہتے ہیں۔"

گلشن۔ "سمجھتے بھی ہو شعر کس چڑیا کا نام ہے؟"

کنھیا۔ "ہمارے گھر میں بھی مشاعرہ ہوگا!"

گلشن۔ "شاعر آ رہے ہیں کیا؟"

شیخو۔ "اجی ہم کسی سے کیا کم ہیں؟"

گلشن۔ "شاعر نہ شاعر کی دُم!"

شیخو۔ "جناب! سب دَور کے شعرا اکٹھے ہوں گے — جو اِس دُنیا میں ہیں، اور جو نہیں بھی ہیں!"

گلشن۔ "کیا مطلب ——— ؟"

شیخو۔ "میر تقی میر اور انشا بھی ہوں گے، حضرتِ ذوق، مرزا غالب اور جنابِ داغ ......"

گلشن۔ "یہ تو خوب تجویز ہے!"

کنھیا۔ "اُدھر قلعے میں اصلی مشاعرہ ہوگا۔ اور یہاں ......"

گلشن۔ "نقلی ——— ؟"

(شہنائی اور باجوں کی آوازیں صاف سُنائی دیتی ہیں۔)

کنھیا۔ (حق کے قریب جاکر) "بنّو! ——— باہر آجاؤ ——— سواری آرہی ہے۔!"
(چھوٹی بنّو، بڑی بنّو، بہوجی، اور دُلہن باہر آتی ہیں۔ کنھیا اور شیخو مُنہ پھیر کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ لڑکیاں اور دُلہن اُوپر کی منزل پر چلی جاتی ہیں)

بہوجی۔ (لنگڑاتی ہوئی پیڑھے تک جاتی ہیں) "ارے او نتھو! ——— او نتھو! گرم پانی کا پتیلہ لے آ!"

گلشن۔ "کیا ہوگیا بہوجی ...... ؟"

بہوجی۔ "پیر میں موچ آگئی گلشن! اے گلشن! یہ شیخو ہے؟ تمھارا بیٹا ——— ؟"

(شیخو قریب آتا ہے)

شیخو۔ "آداب عرض!"

بہوجی۔ "جیتے رہو بیٹا!"

کنھیا۔ "چل بھائی شیخو! چل سواری میں شامل ہو جائیں۔"

(نتھو گرم پانی کا پتیلا لاکر رکھتا ہے۔ بہوجی پیر پانی میں رکھتی ہیں۔)

گلشن۔ "چٹکی بھر نمک ڈال لو اِس میں۔ ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

چھوٹی بنّوں۔ (اُوپر کی منزل سے) "آماں! اماں! نشان کا ہاتھی آرہا ہے!"

بڑی بنّوں۔ "حضور بادشاہ سلامت مولا بخش ہاتھی پر سوار ہیں!"

گلشن۔ "کیا بات ہے مولا بخش کی بھی!"

بہوجی۔ "ہاتھی کیا ہے، انسان کی عقل رکھتا ہے۔ خوبصورتی میں بھی جواب نہیں۔"

چھوٹی بنّوں۔ "ایک بہت بڑا چاندی کا حُقہ ہاتھی کے سر پر رکھا ہے۔"

بڑی بنّوں۔ "اور مہابت کے کندھے پر بیچوان کی نَے رکھی ہے۔"

گلشن۔ "فوجدار خاں ٹھاٹ سے بیٹھے ہوں گے۔"

چھوٹی بنّوں۔ "بادشاہ حُقہ پی رہے ہیں۔"

بہوجی۔ "کیسا مزہ آرہا ہے، اِن لڑکیوں کو!"

گلشن۔ "کتنے عرصے بعد یہ منظر دیکھنے کو نصیب ہوا۔"

بڑی بنّوں۔ "اماں! اماں! وہ دیکھو! وہ دیکھو! پلٹنیں بھی آرہی ہیں۔ باجے بج رہے ہیں!"

گلشن۔ "سب شہزادے پلٹنوں کے سردار ہیں۔ اب۔۔۔۔ سُنا ہے نواب زینت محل

صاحب نے بھی بلم ٹیر بلیٹن کو اپنی ماتحتی میں لے لیا۔"

چھوٹی بنّوں۔ "دُکانیں کھول رہے ہیں.... ہا.... ہا.... ہا.... ہا!!"

بڑی بنّوں۔ (خوشی سے تالیاں بجا کر) "خوب چہل پہل ہے۔ بڑا مزہ آرہا ہے!"

گلشن۔ (دعائیہ انداز میں) "یا پروردگار تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے!"

——— پردہ ———

تیسری مجلس

سین پہلا

(پردہ اُٹھتا ہے۔ چند چھوٹے چھوٹے لڑکے شاعروں کے لباس میں اندر آتے ہیں اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں اور مسند پر بیٹھ جاتے ہیں)

شیخو۔ (ڈیوڑھی میں سے جھانک کر) "کیوں بھائی کنھیّا! آجائیں؟"

کنھیّا۔ "آجاؤ! شیخو آجاؤ! مطلع صاف ہے!"

شیخو۔ "پھر دیر کیا ہے، مشاعرہ شروع ہو جائے۔ بُلاؤ میاں نقیب کو، کہاں ہیں؟"

(نقیب شمع لئے آتا ہے)

نقیب۔ (اُونچی آواز میں) "لیجئے شمعِ محفل، بُلبُلِ ہندوستان، نواب میرزا خاں داغ دہلوی کے رُوبرُو پیش کی جاتی ہے۔"

(نقیب شمع کو اُٹھا کر اُس لڑکے کے سامنے جو داغ کے لباس میں ہوتا ہے رکھ دیتا ہے۔ اور پیچھے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے)

داغ۔ "اجازت ہے بندہ پرور؟ یہاں اُستادانِ فن جمع ہیں۔ اجازت چاہتا ہوں!"

سب شعراء "بسم اللہ! بسم اللہ!"

داغ۔ "عرض کیا ہے ؎

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے
مجھے یاد کرنے سے یہ مدعا تھا
نکل جائے دم ہچکیاں آتے آتے
مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے
چمن اُڑ گیا آندھیاں آتے آتے
نہیں سہل اے داغ یاروں سے کہدو
کہ آتی ہے اُردو زباں آتے آتے"

شعراء۔ "واہ! وا!"
"سُبحان اللہ!"
"کیا بات ہے، کیا بات ہے!"

داغ۔ "آداب عرض! تسلیمات!"

نقیب۔ "اب شمعِ محفل اُستاد السّلطان، ملک الشعرا، خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ کے آگے پیش کی جاتی ہے!"

(نقیب شمع کو اُس لڑکے کے سامنے جو ذوقؔ کے لباس میں ہے، رکھتا ہے اور پیچھے جاکر کھڑا ہو جاتا ہے)

ذوقؔ۔ ؎ "لائی حیات آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دُنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے
دُنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یُونہی جب تک چلی چلے"

شعرا۔ "سُبحان اللہ! سبحان اللہ!"
"کیا بلاغت ہے! کیا فصاحت ہے!"

نقیب۔ "اب شمعِ محفل سید انشا اللہ خاں انشاؔ کے رُوبرُو آتی ہے۔"

(نقیب شمع کو اُس لڑکے کے سامنے، جو انشاؔ کے لباس میں ہے، رکھتا ہے۔ اور پیچھے جاکر کھڑا ہو جاتا ہے)

انشاؔ۔ ؎ "کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی

تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

بسانِ نقشِ پائے رہرواں کوئے تمنا میں

نہیں اُٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں"

نقیب۔ اب شمعِ محفل نجم الدولہ، دبیر الملک، نواب میرزا اسد اللہ خاں غالبؔ دہلوی کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔"

(نقیب شمع کو اُس لڑکے کے سامنے، جو غالب کے لباس میں ہے، رکھتا ہے اور پیچھے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے)

غالب۔ ؎ "آہ کو چاہیے اِک عمر اثر ہونے تک

کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جُز مرگ علاج

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

ایک شاعر۔ (دبی زبان سے) "سُبحان اللہ!"

نقیب۔ "اب شمع خدائے سخن میر محمد تقی میرؔ دہلوی کی جناب میں جلوہ ریز ہے!"

(نقیب شمع کو اُس لڑکے کے سامنے جو میرؔ کے لباس میں ہے، رکھتا ہے۔
اور پیچھے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے)

میرؔ۔ "بھئی ہم کیا! اور ہمارا کلام کیا!۔۔۔۔ مگر خیر۔۔۔ عرض کیا ہے! ؎

مُنھ تکا ہی کرے ہے جِس تِس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کِس کا
شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہے گویا چراغ مفلِس کا
تاب کس کو جو حالِ میرؔ سُنے
حال کچھ اور ہی ہے مجلس کا"

شعراء۔ "کیا زبان ہے! کیا اندازِ بیان ہے!"
"کیا سوز و گداز ہے، کیا درد ہے!"
"کیا خوب فرمایا ہے!"

میرؔ۔ "یہ ذرّہ نوازی ہے! ورنہ من آنم کہ من دانم"

گامی خاں۔ (باہر سے) مادھو۔۔۔۔۔ مادھو۔۔۔۔۔!"

نقیب۔ (ڈیوڑھی سے جھانک کر) "ارے بھاگو! باہر گامی خاں کھڑا ہے!"

(سب لڑکے باہر بھاگ جاتے ہیں)

گامی خاں۔ (ہنستا ہوا اندر آتا ہے) "بھاگ گئے۔۔۔۔ ڈر گئے۔۔۔ شاعری کر رہے تھے"

(مادھو آتا ہے)

مادھو۔ "پھر آگئے یار تم.....!؟"

گامی خاں۔ "ہم گئے کہاں تھے جو آتے.... ہم تو تمھارے قدموں میں ہیں!"

مادھو۔ "دوستی ہو تو ایسی۔"

گامی خاں۔ "بھئی اِس پہلوان نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ جی میں آتا ہے اُس کے سینے میں خنجر بھونک دوں! کمبخت کچھ کرنے ہی نہیں دیتا!"

مادھو۔ "میاں ہم کو بھی ایسے زور سے جکڑا۔ اَدھ مُوا کر دیا اُس بے ایمان نے۔"

گامی خاں۔ "جدھر جاتا ہوں، پیچھا کرتا ہے۔"

مادھو۔ "پہلوان کی جان ہماری مُٹھی میں ہے!"

گامی خاں۔ "سچ کہہ رہے ہیں سرکار! کچھ ہمیں بھی تو بتایئے۔"

مادھو۔ "ہم بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں!"

گامی خاں۔ "کچھ بتایئے گا بھی یا یوُں ہی ترسایئے گا؟"

مادھو۔ "بس ایک نہ ایک دن اُس کے مکان پر دھاوا بولنا پڑے گا۔ سب اُس کی بوٹیاں نہ نوچ لیں تو بات!"

گامی خاں۔ "بھئی ہم آپ کو سلام جھکاتے ہیں! مان جاؤ کہنا۔ بتا دو بات!"

مادھو۔ "آپ کچھ اشرفیاں عنایت فرمائیں تو بتایا جائے۔ اب آپ پر بھروسہ کم ہے۔"

گامی خاں۔ "ہم تو آپ کے خادم ہیں.... مان جاؤ کہنا۔ ٹھوڑی میں ہاتھ دے کر

بھائی میرے اچھے بھائی!"

مادھو۔ (اکڑ کر) "بھائی نہ بھیّا! سب سے بڑا روپیہ! نقد نارائن!"

گامی خاں۔ "سچ کہتا ہوں۔ بہت دن سے کوئی شکار نہیں ملا!"

مادھو۔ "ہم کو چراتے ہو۔ خزانے کے خزانے ہڑپ کر گئے۔ کہاں ہیں اشرفیاں؟"

گامی خاں۔ "اشرفیاں اب کہاں؟ لالہ جی کی تو پائی پائی چکانی پڑی۔"

مادھو۔ "ہم نے صرف لالہ جی کا مال ہی تھوڑا لُوٹا تھا۔ دلّی میں اور بھی تو امیر رہتے ہیں!"

(گامی خاں جیب سے تھیلی نکالتا ہے)

مادھو۔ "ہاں! شاباش! بات ہوئی نا! ایسے ہی مِل بانٹ کر کھاتے رہے تو کبھی بدہضمی نہیں ہوگی!"

گامی خاں۔ (تھیلی دینے سے پہلے) "پہلے بات بتاؤ!"

مادھو۔ "کیا خوب سودا نقد ہے۔ اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے!"

گامی خاں۔ (تھیلی پکڑا کر) "بتاؤ بھی! بتا بھی چکو!"

مادھو۔ (گامی خاں کے کان میں کچھ کہتا ہے) "سمجھے!... کہنا نہیں کسی سے!"

گامی خاں۔ "کیا کہا؟ فرنگی! پہلوان کے گھر میں....."

مادھو۔ "آہستہ بولو، میاں آہستہ! اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہم نے!"

منشی جی۔ (باہر سے) "نتھو——!"

(مادھو اندر بھاگتا ہے۔ گامی خاں سٹپٹا جاتا ہے۔ منشی جی آتے ہیں)

منشی جی۔ (رک رک کر) "گامی خاں تم؟ میرے مکان میں! تمھاری یہ ہمت!"

گامی خاں۔ "حضور!... حضور!...."

منشی جی۔ "کیا میرے مکان کا بھی تالا توڑنا چاہتے تھے؟"

گامی خاں۔ "نہیں! نہیں!! سرکار.... یہ بات نہیں....!"

منشی جی۔ "پھر یہاں کیوں آئے؟"

گامی خاں۔ "حضور کا شکریہ ادا کرنے!"

منشی جی۔ "کیا مطلب؟"

گامی خاں۔ "آپ نے اس روز میری جان بچالی.....!"

منشی جی۔ "باتیں نہ بناؤ۔ صاف صاف بتاؤ۔ کیا بات ہے؟ یہاں کیوں آئے؟"

گامی خاں۔ "میں سچ عرض کر رہا ہوں حضور!"

منشی جی۔ "اچھا، اب تم جا سکتے ہو!"

گامی خاں۔ "حضور! میں نے قسم کھالی ہے اب کوئی بُرا کام نہ کروں گا۔"

منشی جی۔ "نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔ ہوں!"

گامی خاں۔ "آپ کے سر کی قسم میں نے توبہ کرلی ہے!"

منشی جی۔ "اچھا کیا!"

گامی خاں۔ "میں آپ کا خادم ہوں۔ کچھ میرے لائق کام بتلائیے!"

منشی جی۔ "تم دلّی والوں پر بہت بھاری احسان کر سکتے ہو!"

گامی خاں۔ "وہ کیسے؟ بتلایئے! بتلایئے!"

منشی جی۔ "لوٹ مار چھوڑ دو۔ جاسوسی نہ کرو۔"

گامی خاں۔ "جاسوسی؟ میں جاسوس ہوں، نہیں سرکار! یہ آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "جو انگریزوں سے سازباز کرے گا۔ شہر کی خبر بادلے کی پہاڑی پر پہنچائے گا۔ ہم اُس کی چمڑی اُدھیڑ دیں گے، کھال میں بھُس بھروا دیں گے!"

گامی خاں۔ "اگر میں آپ کو اُن کے نام بتا دوں تو؟"

منشی جی۔ "تم؟ تم جاسوسوں کو جانتے ہو کیا؟"

گامی خاں۔ "خوب اچھی طرح! اور یہ بھی جانتا ہوں کہ شہر میں کس کس نے فرنگیوں کو اپنے گھروں میں چھپا رکھا ہے!"

منشی جی۔ "کون ہیں وہ لوگ جو ایسا کر رہے ہیں؟"

گامی خاں۔ "آپ انھیں جانتے ہیں حضور!"

منشی جی۔ "خبردار! منھ سنبھال کر بات کرو۔ تمھارا مطلب ہے ہم بھی جاسوسوں سے ملتے ہیں!"

گامی خاں۔ "نہیں سرکار! آپ میری بات نہیں سمجھے۔"

منشی جی۔ "پھر کیا کہنا چاہتے ہو؟"

گامی خاں۔ "نام تو بتا دوں گا سرکار! لیکن آپ ناراض ہو جائیں گے!"

منشی جی۔ "ناراض؟ ناراض کیوں ہوں گا؟ مگر ہاں، اگر تم نے جھوٹ بولا تو دیکھ لینا اِس کا نتیجہ بُرا ہو گا!"

گامی خاں۔ "حضور! غدّاروں کا پکڑوانا میرا کام!"

منشی جی۔ "کون ہے جو ملک سے غدّاری کر رہا ہے؟ ہم اُسے سخت سے سخت سزا دینگے۔"

گامی خاں۔ "سرکار! ......"

منشی جی۔ "بولتے کیوں نہیں؟"

گامی خاں۔ "پہلوان بہت ٹیڑھے آدمی ہیں!"

منشی جی۔ "پہلوان! پہلوان!... پہلوان.... کیا کہا؟"

گامی خاں۔ "پہلوان جو کچھ کر رہے ہیں، آپ سُنکر دنگ رہ جائیں گے!"

منشی جی۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو گامی خاں؟ زبان سنبھال کر بات کرو۔ پہلوان کے خلاف اگر ایک لفظ بھی مُنھ سے نکالا تو.... تو....!"

گامی خاں۔ "معاف کیجیے گا سرکار! میں جانتا تھا، آپ پہلوان کے خلاف کچھ سُننا پسند نہیں کریں گے..... اچھا اجازت دیجیے....."

(گامی خاں جانے لگتا ہے)

منشی جی۔ (سوچ کر) گامی خاں! ٹھہرو....!"

(گامی خاں ٹھہر جاتا ہے)

منشی جی۔ "بتاؤ پہلوان نے کیا کیا؟..... مگر سوچ لو... جان کی بازی لگائی ہے

تم نے!"

گامی خاں۔ "جان حاضر ہے حضور! ملک اور بادشاہ کے لئے میرا سر بھی قلم ہو جائے تو پرواہ نہیں!"

منشی جی۔ "فرنگی کہاں کہاں چھپے ہیں؟"

گامی خاں۔ "پہلوان کے مکان میں بھی ہیں حضور!"

منشی جی۔ "پہلوان کے مکان میں؟ سُنی سُنائی کہتے ہو یا اپنی آنکھ سے دیکھا ہے؟"

گامی خاں۔ "سرکار! اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے! یہی نہیں، بلکہ وہ پہاڑی پر خبریں بھی بھیج رہے ہیں!"

(منشی جی طیش میں آجاتے ہیں اور گامی خاں کا گریبان پکڑ لیتے ہیں)

منشی جی۔ (زور سے) "یہ کیا بک رہے ہو؟ پاگل تو نہیں ہو گئے؟ پہلوان اور بھیدی!"

گامی خاں۔ "سانچ کو آنچ کیا؟"

منشی جی۔ "ہم سمجھ گئے۔ تم پہلوان سے بدلہ لینا چاہتے ہو! جھوٹی شکایت کرتے ہو، کیوں؟"

گامی خاں۔ "سرکار!۔۔۔ اللہ گواہ ہے!"

لالہ جی۔ (باہر سے) "جناب منشی جی صاحب!"

منشی جی۔ "لالہ جی آئے ہیں شاید!"

گامی خاں۔ "سرکار! میں جاؤں؟"

منشی جی۔ "نہیں! تم نہیں جا سکتے!"

گامی خاں۔ "جیسے آپ کی مرضی۔ میں ٹھہر جاتا ہوں!"

منشی جی۔ "اچھا تم اندر، دیوان خانے کے اُس طرف چلے جاؤ۔ اور جب ہم آواز دیں آجانا، سمجھے!"

گامی خاں۔ "بہت بہتر حضور!"

(گامی خاں چلا جاتا ہے)

منشی جی۔ (ڈیوڑھی کے قریب جاکر) "آجایئے لالہ جی صاحب! اندر تشریف لے آیئے"

(لالہ جی اور میر صاحب باتیں کرتے داخل ہوتے ہیں)

لالہ جی۔ "۲۳ جون کی لڑائی میں تو ہم ہار گئے۔ اور پلاسی کا بدلہ نہ لے سکے! مگر اب ہم ضرور جیت جائیں گے!"

میر صاحب۔ "جی ہاں! بخت خاں نے پانسہ پلٹ دیا۔ انگریز اُس سے ڈرتے ہیں۔ انگریزوں کو دن میں تارے نظر آنے لگے ہیں!"

لالہ جی۔ "بڑا ہوشیار اور عقلمند سپہ سالار ہے!"

میر صاحب۔ "حضور جہاں پناہ بھی بہت خوش ہیں۔ حضور والا جانتے ہیں بخت خاں بہادر ہے، دلیر اور حوصلے والا ہے۔ وہ انگریزوں کو ملک سے نکال سکتا ہے۔"

منشی جی۔ "میر صاحب! یہ تو صحیح ہے۔ لیکن شہزادے بخت خاں سے جلتے ہیں۔ اس کے

کام میں روڑے اُڑکاتے ہیں۔ اُس کے خلاف سپاہیوں کو بھڑکاتے ہیں!"

لالہ جی۔ "شہزادوں کی بات جانے دیجئے۔ نکمّے ہیں نکمّے۔ میرزا مغل کو ہی لیجئے، ہر وقت اِس قابل سپہ سالار کی حضور جہاں پناہ سے شکایت کرتا ہے۔"

میر صاحب۔ "ایک میان میں دو تلواریں کیسے رہ سکتی ہیں؟ میرزا مغل کی بجائے بخت خاں ہی ساری کمان اپنے ہاتھ میں لے لیں تو اچھا ہو!"

لالہ جی۔ "میں تو رسد کا سب سامان بخت خاں کے پاس ہی بھیج رہا ہوں۔"

میر صاحب۔ "جب ہی تو میرزا مغل آپ کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ کہتے تھے بخت خاں رسد کا سب سامان خود کھا جاتا ہے۔ ہمارے سپاہیوں کو کچھ نہیں دیتا!"

منشی جی۔ "ہمیں بخت خاں کا ہی ساتھ دینا چاہیئے!"

میر صاحب۔ "آپ اپنے ساتھیوں کو بھی سمجھائیے نا!"

منشی جی۔ "کون سے ساتھی؟"

میر صاحب۔ "وہ جو ہر وقت مرزا مغل کے ساتھ رہتے ہیں۔ اُن پر جان چھڑکتے ہیں!"

لالہ جی۔ "یوسف میاں!"

منشی جی۔ "ہیں! محمد یوسف؟ وہ تو سمجھدار ہے۔ اُسے تو بخت خاں کا ہی ساتھ دینا چاہیئے!"

میر صاحب۔ "محمد یوسف کسی کی نہیں سُنتا، اُس کو کسی نے بہکا دیا! کہتا ہے بخت خاں

حضور جہاں پناہ کی گدّی پر بیٹھنا چاہتا ہے۔"

منشی جی۔ "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ سلامت اِن باتوں میں نہیں آئیں گے!"

لالہ جی۔ "جی ہاں! یہ صرف خیالی پُلاؤ ہے! کسی کے دماغ کی خرابی!"

میر صاحب۔ "بھئی لالہ جی! جس کام کے لئے آئے تھے، وہ تو بھول ہی گئے!"

لالہ جی۔ "ہاں! وہ تو بہت ضروری کام ہے! آپ بتائیے نا منشی جی کو!"

میر صاحب۔ "صاحب! ہم کو پتہ چلا ہے، شہر میں بہت سے لوگوں نے انگریزوں کو اپنے مکانوں میں چھُپا رکھا ہے۔ اور یہ جاسوسی کر رہے ہیں!"

منشی جی۔ "جی ہاں! سُنا تو میں نے بھی ہے!"

لالہ جی۔ "انگریزوں کو باڑے کی پہاڑی پر خبریں بھیج رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "میں پہلوان کو بلواتا ہوں، اِس بات کا پتہ لگائیں۔ (آواز دے کر) ننھّو! ارے او ننھّو....!"

(ننھّو آتا ہے)

ننھّو۔ "جی سرکار!"

منشی جی۔ "جاؤ! ذرا پہلوان کو بُلانا.... ہاں! اور دیکھنا! جلدی!"

(ننھّو جاتا ہے)

میر صاحب۔ "جاسوسوں کو پکڑ کر بخت خاں کے حوالے کر دیجئے تو اچھا ہو۔"

لالہ جی۔ "اب کوئی لوٹ مار نہیں کر سکتا۔ ناک کان کٹوا دیتے ہیں غنڈوں کے!"

منشی جی۔ "شہر کوتوال کے پاس بھی حکم بھیجدیا ہے کہ شہر میں لوٹ مار ہوئی تو کوتوال کو پھانسی دے دی جائے گی!"

لالہ جی۔ "ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ سارے دوکان دار اپنے پاس ہتھیار رکھیں۔ جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں وہ ہتھیار مفت لے سکتا ہے۔"

میر صاحب۔ "ارے ہاں! یاد آیا، مجھے تو قلعے پہنچنا ہے۔ بخت خاں انتظار کر رہے ہوں گے۔ کیوں لالہ جی صاحب، چلئے!"

لالہ جی۔ "جی ہاں! چلئے!"

(لالہ جی اور میر صاحب باہر جاتے ہیں۔ پہلوان آواز دیتے ہیں)

منشی جی۔ "آجاؤ پہلوان! اندر آجاؤ!.... اچھا ہوا تم آ گئے۔ میں نے تو متھو کو بھیجا ہے تمھیں بلانے کے لئے۔"

پہلوان۔ (چاروں طرف دیکھ کر) "حضور.....!"

منشی جی۔ "چاروں طرف کیا دیکھ رہے ہو۔ کوئی نہیں ہے!"

پہلوان۔ "انگریزوں کو کمک پر کمک مل رہی ہے۔ ریاستوں کے لشکر کرناں کی سڑک سے باوڑے کی پہاڑی پر پہنچ گئے ہیں۔"

منشی جی۔ "تمھیں کیسے معلوم....؟"

پہلوان۔ "ہمارے ساتھی برابر خبریں لا رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "ہوں!"

پہلوان۔ "ہمارے سپاہیوں میں بھی آپس میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ کوئی کسی کا حکم نہیں مانتا۔۔ جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں!"

منشی جی۔ "دیسی سپاہیوں کی نسبت ایسا کہنا ٹھیک نہیں۔ یہ وہ بہادر ہیں، جنھوں نے ہمیں آزاد کرایا۔ ہمارا جھنڈا گاڑ دیا۔۔۔۔!"

پہلوان۔ "حضور آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ لیکن ان نمبر کے ماتوں نے دِلّی کو پھر کھو دیا تو کیا ہوگا؟"

منشی جی۔ "ہمارے سپاہی بہت ہوشیاری سے لڑ رہے ہیں۔ انھوں نے انگریزوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں!"

پہلوان۔ "سبزی منڈی کی لڑائی میں بھی ہم ہار گئے۔ ہمارے ایک ہزار ساتھی مارے گئے۔ جیوتشیوں کی بات غلط ہو گئی۔ پلاسی کے سو برس بعد بھی لڑائی ہو رہی ہے!"

منشی جی۔ "موت سے نہ ڈرو، پہلوان! لڑائی میں کبھی کسی کا پلّہ بھاری ہوتا ہے کبھی کسی کا۔ آخر میں جیت ہماری ہوگی!"

پہلوان۔ "شہر میں لوٹ مار تو بند ہے۔ لیکن۔۔۔۔"

منشی جی۔ "لیکن کیا؟"

پہلوان۔ "سپاہی جس مکان میں چاہتے ہیں گھس جاتے ہیں!"

منشی جی۔ "وہ کیوں ؟"

پہلوان۔ "فرنگیوں کے ڈھونڈنے کا بہانہ کرتے ہیں !"

منشی۔ "اِس میں تمھیں کیا اعتراض ہے ؟ فرنگیوں کو تو گھر میں چھُپانا جرم ہے۔ اُن سے ساز باز رکھنا ملک سے غدّاری ہے !"

پہلوان۔ "خواہ مخواہ کسی کو تنگ کرنا بھی تو ٹھیک نہیں سرکار !"

منشی جی۔ "ہم نے کہہ دیا کہ جو اپنے گھر میں فرنگی کو چھُپائے گا۔ یا اُن سے میل ملاپ کرے گا ہم اُسے سخت سزا دلوائیں گے۔ جاؤ ! معلوم کرو کہ کون لوگ ایسا کر رہے ہیں !"

پہلوان۔ "میں اِس بات کا پتہ لگاؤں گا !"

منشی جی۔ "ہم نے سُنا ہے تمھیں اِن باتوں کا پہلے سے ہی پتہ ہے !"

پہلوان۔ "یہ آپ سے کس نے کہا سرکار ؟"

منشی جی۔ "کوئی بھی کہے ! کالا چور سہی ! تمھیں اِس سے کیا مطلب ؟"

پہلوان۔ "آج تو آپ بہت ناراض معلوم ہوتے ہیں !"

(ننھّو آتا ہے)

منشی جی۔ "کیا یہ سچ ہے کہ تمھارے گھر میں بھی فرنگی چھُپے ہیں ؟"

پہلوان۔ "میرے گھر میں ؟"......

منشی جی۔ "ہاں ہاں، تمھارے گھر میں ! میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں، جواب دو !"

(ننھو ہاتھ کے اشارے سے پہلوان کو جواب دینے سے روکتا ہے)

پہلوان۔ "میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

منشی جی۔ "کیوں؟"

پہلوان۔ "میں مجبور ہوں!"

ننھو۔ "بات یہ ہے سرکار....."

منشی جی۔ "خبردار! جو تم نے بیچ میں دخل دیا۔ بتائیے کیوں نہیں پہلوان؟"

پہلوان۔ "پھر کبھی بتا دوں گا!"

منشی جی۔ "نہیں اس بات کا جواب ابھی دینا ہوگا۔"

(پہلوان خاموش رہتا ہے)

منشی جی۔ "تم کیسے جواب دے سکتے ہو، بات ٹھیک نکلی۔ جبھی تم سپاہیوں کی برائی کر رہے تھے اور مجھے بھڑکا رہے تھے!"

پہلوان۔ "دیسی سپاہیوں کی برائی.....؟"

منشی جی۔ "اور فرنگی کی تعریف........"

پہلوان۔ "میں نے تو فرنگی کی تعریف نہیں کی... میں تو آپ کو..."

منشی جی۔ "خیر، خیر، جانے دو ان باتوں کو۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے! ہم سے غلطی ہوئی جو تم پر اعتبار کیا..... جاؤ! میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ......"

پہلوان۔ "یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ، کچھ سوچئے تو سہی!"

منشی جی۔ "بس بس رہنے دو۔ اب ہم کچھ نہیں سُننا چاہتے، تم جا سکتے ہو!"

پہلوان۔ "میں آپ کی عزّت کرتا ہوں۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔"

منشی جی۔ "عزّت، عزّت! دو کوڑی کی عزّت کر دی، ہماری عزّت آبرو مٹّی میں ملا دی!"

(پہلوان جاتا ہے۔ منشی جی غصّے میں اِدھر اُدھر ٹہلتے ہیں۔ نتھّو پہلوان کے پیچھے پیچھے باہر جانے لگتا ہے)

منشی جی۔ "خبردار نتھّو! جو تم نے پہلوان سے بات کی۔ جانے دو اُس کو!۔۔۔۔"

نتھّو۔ "سرکار! پہلوان بالکل بے قصور ہیں!"

منشی جی۔ "میں کہتا ہوں، نکل جاؤ یہاں سے بے بے قصور کا بچّہ! خبردار جو ایک لفظ بھی زبان سے نکالا۔ جاؤ!۔۔۔۔ جاؤ۔۔۔۔۔۔!"

(نتھّو جاتا ہے۔ منشی جی افسوس کرتے، ماتھا پکڑے مسند کی طرف جاتے ہیں۔ گامی خاں دیوانخانے کی طرف سے باہر آتا ہے اور دبے پاؤں ڈیوڑھی کی طرف جاتا ہے)

منشی جی۔ "ٹھہرو۔۔۔۔۔ گامی خاں۔۔۔۔۔!"

(گامی خاں ٹھہر جاتا ہے)

منشی جی۔ "تم سچ کہتے تھے گامی خاں! ہماری آنکھوں کے آگے پردہ تھا۔ آج تم نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔ ہم دوست اور دشمن میں تمیز نہ کر سکے

پہلوان واقعی بھیدی ہے، تم نے ہمیں وقت پر جبلا دیا۔ ہم تمھارے ممنون ہیں۔ تم ایک نیک انسان ہو۔۔۔۔!"

گامی خاں۔ "آپ کی ذرّہ نوازی ہے۔ بندہ کس لائق ہے، خاکسار تو حضور کا خادم۔۔۔ آپ کے اشاروں کا منتظر۔۔۔۔!"

منشی جی۔ "پہلوان پر کڑی نظر رکھو۔ ہر وقت اُس کی تاک میں رہو۔ شہر کی خبریں دینے سے روکو۔۔۔۔۔"

گامی خاں۔ "جو حکم سرکار!"

منشی جی۔ "شاباش! تم واقعی بہادر ہو۔ خیال رکھنا، کوئی جاسوسی نہ کرنے پائے!"

گامی خاں۔ "وہ گنڈی کروں گا حضور! کہ ہوش ٹھکانے آجائیں گے!"

(ایک شہری باہر سے منشی جی کو آواز دیتا ہے)

منشی جی۔ یہ تو چنی لال کی آواز معلوم ہوتی ہے!"

(گامی خاں باہر کی طرف جھانکتا ہے)

گامی خاں۔ "شہر والے آئے ہیں!"

منشی جی۔ "بلاؤ اندر!"

گامی خاں۔ "حضور اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟"

منشی جی۔ "ہاں! ہاں! ضرور! ضرور!"

گامی خاں۔ "ان شہر والوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ یہ سب بڑے کڑے

ہیں۔ اِن سب کو لڑائی میں شامل ہونا چاہیئے۔"

منشی جی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو گامی خاں . . . . . !"

گامی خاں۔ "اور آپ ہمارے رہنما . . . . !"

منشی جی۔ "ہمارے سپہ سالار بخت خاں ہیں!"

گامی خاں۔ "بخت خاں کی کیا بات ہے، وہ تو بڑے جرنیل ہیں! حضور بادشاہ سلامت نے تو اُنھیں آدھا بادشاہ بنا دیا۔"

منشی جی۔ "بخت خاں ماہرِ جنگ ہیں، ایک سُلجھے ہوئے سپاہی!"

گامی خاں۔ "ہمیں اُن کا حکم ماننا چاہیئے! میں اپنے ساتھیوں سمیت اُن کی خدمت میں حاضر ہوں گا! . . . . . اچھا اجازت؟"

منشی جی۔ "میں بھی تھوڑی دیر میں قلعے جاؤں گا! وہاں ملنا!"

(گامی خاں باہر جاتا ہے۔ مادھو بندوق کی نالی صاف کرتا باہر آتا ہے)

منشی جی۔ "مادھو بٹیا!"

مادھو۔ "جی پتا جی!"

منشی جی۔ "شاباش! آج تم سے بہت خوش ہیں۔ تمھارے ہاتھ میں بندوق دیکھ کر ہمارا خون بڑھ گیا!"

مادھو۔ "پتا جی! میں بھی بخت خاں کا سپاہی بننا چاہتا ہوں!"

منشی جی۔ "صرف سپاہیوں سے لڑائی نہیں جیتی جا سکتی۔ اب سب کو میدانِ جنگ

میں کودنا ہوگا۔ جاؤ اور گامی خاں کے ساتھیوں سمیت فوج میں شامل ہو جاؤ!"

مادھو۔ "گامی خاں کے ساتھ؟"

منشی جی۔ "ہاں! ہاں! ہم بھی قلعے جا رہے ہیں۔ گامی خاں بخت خاں کے پاس گئے ہیں۔ باہر شہر والے کھڑے ہیں۔ انھیں یہاں بٹھانا۔ ہم تیار ہو کر آتے ہیں۔"

(مادھو چلتا ہے۔ منشی جی دیوان خانے میں جاتے ہیں۔ شہری اندر آتے ہیں)

ایک شہری۔ "یہ شخص ملنے والا نہیں!"

دوسرا۔ "چور چوری سے جاتا ہے، ہیرا پھیری سے نہیں!"

ایک۔ "منشی جی سے اس کی شکایت کرنی پڑے گی۔"

تیسرا۔ "مگر منشی جی کے مکان میں اسے گھسنے کی ہمت کیسے ہوئی؟"

ایک۔ "نیت کا کھوٹا ہے!"

دوسرا۔ "نیت کھری کب تھی؟"

تیسرا۔ "پکا جاسوس ہے!"

دوسرا۔ "مخبر ہے، مخبر!"

ایک۔ "پہاڑی پر انگریزوں سے میل ملاپ کر لیا ہے۔ شہر کی تمام خبریں پہنچا رہا ہے!"

دوسرا۔ "تم سے گھبراتا ہے۔ دیکھتے ہی کیسا بھیگی بلی بن گیا!"

تیسرا۔ "پوچھنا تو سہی منشی جی سے، یہ یہاں کیوں آیا؟"

دوسرا۔ "پوچھ کر کیا کروں گا، منشی جی اس کی نس نس سے واقف ہیں!"

ایک۔ "ایک دفعہ تو آگیا تھا قابو میں، لیکن بچ گیا۔"

دوسرا۔ "اچھا ہوتا اگر توپ سے اُڑا دیا جاتا۔"

ایک۔ "پھر سہی۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟"

تیسرا۔ "گامی خاں کا آزاد پھرنا خطرے سے خالی نہیں!"

دوسرا۔ "غُنڈہ ہے غُنڈہ!"

ایک۔ "غُنڈہ نہیں، شیطان!"

(منشی جی تلوار ہاتھ میں لئے باہر آتے ہیں)

ایک شہری۔ "ہیں منشی جی صاحب! آپ کے ہاتھ میں تلوار؟"

منشی جی۔ "اٹھانی ہی پڑے گی، آپ سب کو بھی. . . . ."

دوسرا شہری۔ "ہمارے سپاہی بہت جی داری سے لڑ رہے ہیں۔"

منشی جی۔ "سپاہی اکیلا کچھ نہیں کر سکتا، جب تک ہم ساتھ نہ دیں۔"

تیسرا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں!"

دوسرا۔ "تو پھر کیا دیکھتے ہو۔ چلو ہم بھی فوج میں بھرتی ہو جائیں۔"

تیسرا۔ "ہاں! سب دلّی والوں کو لڑنا ہوگا!"

منشی جی۔ "آپ لوگ اندر کوٹھری میں چلے جائیے۔ اور جو ہتھیار پسند ہوں لے لیجیے۔

..... میں قلعے جا رہا ہوں۔ آپ سب لاہوری دروازے پر جمع ہو جائیے۔"

(منشی جی جاتے ہیں)

ایک۔ "آؤ بھئی چُنّی لال۔ ہتھیار چُن لیں!"

(ایک دو شہری اندر کوٹھری میں جاتے ہیں۔ محمد یوسف ہاتھ میں تلوار لئے اندر آتے ہیں)

محمد یوسف۔ "بانکے لال!"

ایک شہری۔ "کون یوسف میاں؟"

محمد یوسف۔ "گلشن تو نہیں آئی اِدھر؟"

ایک شہری۔ "نہیں تو!"

(شہری ہتھیار لئے کوٹھری سے باہر آتے ہیں)

محمد یوسف۔ "گلشن لڑائی کی آگ میں کود پڑی ہے۔ ہاتھ میں تلوار ہے، کندھے پر بندوق ہے، گھوڑے پر سوار ہے!"

تیسرا۔ "ہیں! کیا کہا؟ گلشن گھوڑے پر سوار، فرنگیوں سے لڑ رہی ہے؟"

محمد یوسف۔ "وہ مردانہ وار لڑ رہی ہے۔ ہزاروں دِلّی والے اُس کے ساتھ ہیں!"

چوتھا۔ "پھر تو بیڑا پار ہے!"

محمد یوسف۔ "گلشن کی جی داری سے ہمارے ساتھیوں کے حوصلے اور بھی بلند ہو گئے ہیں۔ وہ بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتی ہے!"

چوتھا۔ "یا اللہ! تیری شان!"

محمد یوسف۔ "آؤ چلیں، ہم بھی اُس کا ساتھ دیں۔"

ایک۔ "ہم سب آپ کے ساتھ ہیں!"

دوسرا۔ "آپ ہمارے رہنما ہیں!"

محمد یوسف۔ "میرزا مغل ہمارے رہنما ہیں!"

ایک۔ "ہم سب میرزا مغل کے سپاہی ہیں۔ اُن کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ ہم اُن ہی کا ساتھ دیں گے۔ کسی اور کی نہیں سُنیں گے!"

دوسرا۔ "وہ ایک بہادر جرنیل ہیں۔ انگریز اُن سے کانپتے ہیں۔"

تیسرا۔ "وہ ہی ملک کو آزاد کرا سکتے ہیں۔ اور انگریزوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔"

چوتھا۔ "کمپنی راج مُردہ باد!"

تیسرا۔ "ہندوستان زندہ باد!"

محمد یوسف۔ "قسم کھاؤ کہ اب ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرینگے۔"

(سب شہری تلواریں سُونت لیتے ہیں)

ایک شہری۔ (بہت جوش میں) "دھاوا بول دو۔ انگریزوں کو مار بھگاؤ!"

دوسرا۔ "دشمن کے چھکّے چھُڑا دو!"

تیسرا۔ "ہم انگریزوں سے پلاسی کا بدلہ لے کر چھوڑیں گے!"

چوتھا۔ "ہم اِن فرنگیوں کا نام و نشان مٹا دیں گے!"

دگلی میں شور بلند ہوتا ہے۔ اللہ اکبر، ہر ہر مہادیو کے نعرے سنائی دیتے ہیں
گلشن ہاتھ میں تلوار لیے چند شہریوں کے ساتھ داخل ہوتی ہے)

گلشن۔ (آگے بڑھ کر اور گرج کر) "آؤ.... چلو.... خدا نے تمھیں بہشت میں بلایا ہے۔"

(اللہ اکبر اور ہر ہر مہادیو کے نعرے پھر بلند ہوتے ہیں۔ سب گلشن اور محمد یوسف کے پیچھے پیچھے باہر چلے جاتے ہیں۔ اسٹیج پر اندھیرا سا ہو جاتا ہے۔ مادھو ہر طرف دیکھتا اندر آتا ہے۔)

مادھو۔ (ہاتھ کا اشارہ کر کے) "اندر آجاؤ گامی خاں! یہاں کوئی نہیں ہے۔"

(گامی خاں اندر آتا ہے)

مادھو۔ "مان گئے یار تم کو بھی!"

گامی خاں۔ "ہاتھ لا اُستاد، کیوں کیسی کہی؟"

مادھو۔ "جب فرنگی مر رہے تھے تو دیسی سپاہیوں کے ساتھ مل گئے اور دلی کو خوب لوٹا۔ اب فرنگیوں کا پلڑا بھاری ہے تو اُن کے یار غار بن گئے۔"

گامی خاں۔ "مُردہ دوزخ میں جائے یا جنت میں۔ ہمیں کیا مطلب؟ ہمیں تو اپنے حلوے مانڈے سے کام!"

مادھو۔ "کپتان ڈگلس اگر زندہ ہوتا تو تمھاری خیر نہ تھی!"

گامی خاں۔ "وہ کیوں؟"

مادھو۔ "کپتان ڈگلس کے دوست ہو کر بھی اُس کے کام نہ آئے!"

گامی خاں۔ "میں اُس کے کام کیا آتا، وہ تو خود ہی کام آگیا!"

مادھو۔ "بخت خاں سے ڈرتے رہنا۔ تمھاری گُدّی ناپ لے گا!"

گامی خاں۔ "بخت خاں نہیں ہے، یہ کمبخت خاں ہے!"

مادھو۔ "واہ پیارے! واہ! کیا چھانٹ کر نام رکھا ہے، کمبخت خاں! تو پھر مرزا مغل سے مل جاؤ۔"

گامی خاں۔ "میاں اپنے تو دونوں ہی دوست ہیں۔"

مادھو۔ "کبھی اِدھر، کبھی اُدھر، خوب!"

گامی خاں۔ "مرزا مغل کو بخت خاں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ میرا خیال ہے دونوں کی فوجیں کٹ کٹ کر مر جائیں گی۔ اِس لئے اِس وقت فرنگی کو بھید بتانا سب سے اچھی بات ہے!"

مادھو۔ "پتاجی کہتے ہیں، بخت خاں کے سپاہی بن جاؤ۔ وہ بہت بہادر جرنیل ہے!"

گامی خاں۔ "گھس کھدا ہے میاں! گھس کھدا!"

مادھو۔ "یہ کیا فرمایا آپ نے؟"

گامی خاں۔ "سر پر انگوچھا، کرچ گلے میں، پیچھے چال کُھلا۔ یہ سپہ سالاروں کا لباس ہے یا گھس کھدوں کا؟"

مادھو۔ "میاں! تم ٹھیک کہتے ہو۔ مرنے دو اِن سب کو۔ ہم کیوں اپنی جان گنوائیں"

گامی خاں۔ "جس کی آئی ہے ٹل نہیں سکتی!"

مادھو۔ "لمبی تان کر سو جاؤ پیارے!"

گامی خاں۔ "یہ سونے کا وقت نہیں ہے پیارے! سویا سو کھویا! اِس وقت تو چوکنا رہنا چاہیئے۔ تھوڑے دن میں دیکھنا اپنے یہاں دولت برسے گی!"

مادھو۔ "ہمارے گھر بھی دھن برسے گا"

گامی خاں۔ "اللہ چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ آس لگائے بیٹھے ہیں!"

مادھو۔ "یہ سب شہری ہمارے ہتھیار لے کر کہاں گئے ہیں؟"

گامی خاں۔ "محمد یوسف اور گلشن کے ساتھ! مرزا مغل کی فوج میں بھرتی ہونے"

مادھو۔ "پتا جی کو پتہ چل گیا تو یوسف میاں کی خیر نہیں!"

گامی خاں۔ "پتہ نہ چلا تو ہم کس کام آئیں گے۔ کھوپڑی سے کھوپڑی، اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے .....!"

مادھو۔ "گلشن کو دیکھا۔ ہاتھ میں تلوار لئے کیسی خوفناک معلوم ہوتی تھی"

گامی خاں۔ "چیونٹی کے پر نکل آئے ہیں!"

مادھو۔ "آؤ چلو، اِن کے مرنے کا تماشا دیکھیں!"

(دونوں ہنستے ہوئے باہر جاتے ہیں)

(دوسرا سین)

(اسٹیج پر اُجالا ہو جاتا ہے۔ بہوجی زنانخانے سے باہر آتی ہیں۔ دیوانخانے کی طرف جاتی ہیں۔ چھوٹی بڑی بنّوں بھی زنانخانے سے باہر آتی ہیں)

چھوٹی بنّوں۔ "اماں آج بہت پریشان ہیں!"

بڑی بنّوں۔ "پتاجی کا کچھ پتہ نہیں چلا کہاں ہیں؟"

چھوٹی بنّوں۔ "نہ جانے اب کیا ہوگا؟"

(بہوجی دیوانخانے کی طرف سے واپس آکر پڑھے پر بیٹھ جاتی ہیں)

چھوٹی بنّوں۔ "اماں! گھبراؤ مت سب ٹھیک ہو جائے گا!"

بڑی بنّوں۔ "اماں! یہاں بیٹھ جاؤ مسند پر!"

بہوجی۔ "اری بیٹی! کہاں بیٹھوں، کہاں نہ بیٹھوں کہیں کل چین نہیں۔ آج میرا دل بیٹھا جا رہا ہے!"

چھوٹی بنّوں۔ "اماں! گھبرانے سے کیا فائدہ؟ آخر میں جیت ہماری ہو گی۔ ہماری فوجیں فرنگیوں کو مار بھگائیں گی!"

بڑی بنّوں۔ "شاید ایران کا بادشاہ آجائے!"

چھوٹی بنّوں۔ "اور روس کی فوجیں بھی!"....

بہوجی۔ "یہ سب من گھڑنت ہے۔ دل کا بہلاوا ہے۔ کوئی آیا نہ آئے گا۔

جیوتشیوں کی بات بھی غلط ہو گئی ۔ دِلّی کے ہزاروں آدمی مارے گئے!"

چھوٹی بنّو۔ "اماں! پتاجی کب آئیں گے؟"

بہوجی۔ "بھگوان جانے کب آئیں گے۔ آج کتنے ہی دن ہو گئے گھر سے گئے!"

(نتّھو گھبرایا ہوا آتا ہے)

نتّھو۔ "غضب ہو گیا، ستم ہو گیا! فرنگی جیت گئے! ہماری فوجیں ہار گئیں!"

بہوجی۔ "ہیں! کیا کہہ رہا ہے نتّھو؟ کون ہار گیا، کون جیت گیا ۔؟"

نتّھو۔ "فرنگی کشمیری دروازے سے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم ہار گئے!"

بہوجی۔ "ہائے رام!! اب کیا ہو گا؟"

(چھوٹی بڑی بنّو چھت پر چلی جاتی ہیں)

نتّھو۔ "انگریز لشکر شہر میں گھس آیا۔ اب یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔"

بہوجی۔ "میں اپنا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی!"

نتّھو۔ "یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ گھر چھوڑنا ہی پڑے گا۔ دِلّی والے سب چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ لالہ جی اور اُن کے سب بچے بہلیوں میں بیٹھ کر گاؤں چلے گئے۔"

بہوجی۔ "نہیں، نہیں، نہیں، میں نہیں جاؤں گی!"

چھوٹی بنّو۔ (اُوپر کی منزل سے) اماں! اماں! وہ دیکھو، وہ دیکھو! سب طرف دھوئیں کے بادل چھائے ہیں۔ مکان جل رہے ہیں۔ شعلے اُٹھ رہے ہیں ۔!"

بہوجی۔ "میں انہیں (منشی جی) چھوڑ کر نہیں جاؤں گی!"

نتھو۔ "عزّت آبرو کا سوال ہے۔ بہوجی! آپ میرا کہنا مان جائیے۔ (چھت کی طرف دیکھ کر) اے بی بی! اے بنّو! آجاؤ، نیچے اُتر آؤ!"

(کنھیا اندر آتا ہے)

کنھیا۔ "اماں! اماں! بھاگ جاؤ! چھُپ جاؤ! لوگ پتاجی کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ بہت غصّے میں ہیں! انھیں مارنا چاہتے ہیں!"

بہوجی۔ "ہے میرے بھگوان! یہ بیٹھے بٹھائے کیا مصیبت آئی... کہاں ہیں یہ؟"

کنھیا۔ "تم فکر مت کرو۔ سب کو لے کر بھاگ جاؤ۔ بہلیاں باہر کھڑی ہیں!"

بہوجی۔ "میری دُلہن کہاں ہیں؟ بچاری نے ایک دن بھی سُکھ نہیں دیکھا جب سے آئی ہے مارپیٹ، دھالک دھیا ہو رہی ہے!"

(بہوجی زنانخانے میں جاتی ہیں)

کنھیا۔ "اے بنّو! نیچے اُتر آؤ، ہم جا رہے ہیں۔ فوراً آجاؤ—!"

(چھوٹی بنّو، بڑی بنّو نیچے آتی ہیں)

کنھیا۔ "جلدی آجاؤ! جلدی!"

چھوٹی بنّو۔ (نیچے آکر) "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

کنھیا۔ "دلّی کے باہر ایک گاؤں میں.... جاؤ.... جاؤ، چادریں اوڑھ لو۔ اور آجاؤ!"

(بہوجی دلہن کو لے کر آتی ہیں)

بہوجی۔ "لو بیٹی، یہ لو، چادر اوڑھ لو۔۔۔۔ چل بیٹا کنھیا! چل ہمارے ساتھ! ارے نتھو! ذرا گھر کا خیال رکھیو، اور مادھو بیٹے۔۔۔۔۔"

کنھیا۔ "اماں! چلو! چلو! دیر ہو رہی ہے۔ نتھو! میں اِن سب کو دِلّی دروازے کے باہر تک پہنچا کر ابھی آیا۔۔۔۔۔"

نتھو۔ "نہیں نہیں، ایسا نہ کرنا۔ تم بھی گاؤں چلے جاؤ!"

(سب باہر چلے جاتے ہیں۔ نتھو زنانخانے کی کُنڈی لگاتا ہے۔ چند شہری غُل مچاتے اندر داخل ہوتے ہیں)

ایک شہری۔ "پکڑ لو!"

دوسرا۔ "لُوٹ لو!!"

تیسرا شہری۔ "آگ لگا دو!"

چوتھا۔ "مار دو!!"

دوسرا۔ "کہاں ہے یہ منشی؟ (نتھو سے) کیوں رے کہاں ہے تیرا مالک؟"

نتھو۔ "بے ادبی سے مت بولو۔ زبان سنبھال کر بات کرو!"

تیسرا شہری۔ "ادب آداب سکھاتا ہے، کیوں۔۔۔؟ (نتھو کو دھکا دے کر) بتا کہاں ہے وہ منشی کا بچہ؟"

(نتھو خاموش رہتا ہے)

تیسرا شہری۔ "اچھا نہیں بتلائے گا۔ مشکیں کس لو اِس کی۔ اور لے چلو پھانسی کے تختے پر!"

ایک۔ "دیوان خانے میں نہ چھپا ہو!"

دوسرا۔ (نہایت غصے سے) "ہم اِس منشی سے پہلوان کا بدلہ لے کر چھوڑیں گے"۔

تیسرا۔ "پہلوان کو پھانسی پر لٹکوانے والا یہ منشی ہی ہے۔ اِسی کے اشارے پر گامی خاں نے پہلوان کا گھر جلا ڈالا۔ اُس کے بچوں کو مار ڈالا"۔

دوسرا۔ "پہلوان کو جاسوس کہنے والا یہی شیطان ہے!"

ایک۔ "پہلوان نے وطن کی خاطر جان کی بازی لگائی۔ مشکل سے مشکل کام کو پُورا کیا انگریزوں کے خلاف ہر مورچے پر لڑا۔ لیکن ... لیکن ..."

تیسرا۔ "منشی غدّار ہے۔ ملک اور قوم کا دشمن! اِسے مار ڈالو، فوراً پکڑ لو۔ جانے نہ پائے!"

(ایک شہری ڈیوڑھی کی طرف اور باقی زنانخانے اور دیوانخانے میں جھانکتے ہیں)

دوسرا۔ "ہیں! مکان خالی ہے، سب بھاگ گئے!"

چوتھا شہری۔ "سارا شہر چھان ڈالو۔ منشی جی کا پتہ لگانا ضروری ہے!"

تیسرا۔ "دیکھو منشی کے جتنے ساتھی ہیں، اُن میں سے ایک بھی بچ کر نہ جانے پائے!"

(ڈیوڑھی پر کھڑا شہری باہر گلی میں جھانکتا ہے۔ اور پھر تیزی سے اندر آتا ہے)

ایک شہری۔ "کوئی اِدھر آ رہا ہے!"

دوسرا۔ "کون ہے وہ ؟"

تیسرا۔ "منشی ہے کیا ؟"

ایک۔ "منشی نہیں، مولوی! لمبی ڈاڑھی والا مولوی ....!"

دوسرا۔ "یہ مولوی بھی منشی کے ساتھ تھا۔"

چوتھا۔ "دیوان خانے میں چلے جاؤ اور نتھو کو بھی اندر بند کر دو!"

(شہری نتھو کو گھسیٹتے ہوئے دیوانخانے کی کوٹھری میں لے جاتے ہیں۔ محمد یوسف اور مولوی صاحب آتے ہیں)

محمد یوسف۔ (دبے پاؤں اندر آکر، اِدھر اُدھر دیکھ کر) "یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے سب بھاگ گئے۔ (زنانخانے میں جھانک کر) سب طرف سنسان ہے!"

مولوی صاحب۔ "اچھا کیا گھر چھوڑ دیا۔ عورتوں اور بچوں کا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہ تھا!"

محمد یوسف۔ "شہر میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ تمام راستے لاشوں سے پٹے پڑے ہیں اور ایک قیامت برپا ہے!"

مولوی صاحب۔ "یہ سب آپس کے نفاق کا نتیجہ ہے۔ انگریز ٹھیک کہتا ہے۔ پھوٹ ہندوستان کا میوہ ہے۔"

محمد یوسف۔ "ہم نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری! دلی برباد ہو گئی۔ قلعہ خالی ہو گیا۔ حضور ظلِ سبحانی اپنے خاندان کے شہزادوں اور شہزادیوں سمیت ہمایوں کے

مقبرے روانہ ہو گئے۔ مغلوں کا نام مٹ گیا۔ انگریزوں نے اپنا جھنڈا گاڑ دیا!"

(گھر کے اندر چھپے شہری شور مچاتے باہر نکل آتے ہیں)

ایک شہری۔ "پکڑ لو، یہ ہی ہے وہ مولوی، جانے نہ پائے!"

محمد یوسف۔ "خبردار جو کسی نے مولوی صاحب پر ہاتھ اُٹھایا۔"

تیسرا۔ "تُو کون ہوتا ہے مولوی صاحب کا!؟"

دوسرا۔ "اِسے بھی گرفتار کر لو اور مشکیں کس لو!"

چوتھا۔ "اور لے چلو پھانسی کے تختے پر!"

دوسرا۔ "بتاؤ میر اور منشی کہاں ہیں؟"

ایک۔ "کہاں چھپے ہیں؟"

مولوی صاحب۔ "تم پاگل ہو گئے ہو۔ دوست اور دشمن کی تمیز نہیں!"

دوسرا۔ "گالی دیتا ہے۔ اچھا ٹھہر!"

چوتھا۔ "دیکھتے کیا ہو، باندھ لو اِس کو بھی، اور لے چلو چاندنی چوک!"

(دو شہری مولوی صاحب کو باندھنے کے لئے آگے آتے ہیں۔ محمد یوسف اُن کو پرے دھکیلتا ہے)

شہری "بولو یوسف! تم کیا چاہتے ہو، جان کی خیر یا پھانسی کا تختہ؟"

محمد یوسف۔ "تم فرنگیوں کے کُتے ہو۔ ملک اور قوم کے دشمن!"

چوتھا شہری۔ "اِس کے منھ میں کپڑا ٹھونس دو! زبان درازی کرتا ہے۔"

ایک شہری۔ "بس اب دیر نہ کرو نئے چلوانھیں! اِن کا علاج پھانسی کے سوا اور کچھ نہیں!"

مولوی صاحب۔ "یوسف بیٹا! گھبرا نہیں۔ خدا تمھیں جزائے خیر دے گا۔ ہم شہیدوں کی موت مریں گے!"

(شہری محمد یوسف اور مولوی صاحب کو پکڑ کر لے جاتے ہیں
نھتّو دیوان خانے سے باہر آتا ہے۔ ہاتھوں میں بندھی رسّی کھولنا
چاہتا ہے۔ میر صاحب بدحواسی کے عالم میں داخل ہوتے ہیں۔
کنھیّا ساتھ ہے۔ بالکل سہما ہوا ہے۔ بار بار میر صاحب سے چمٹ جاتا ہے)

میر صاحب۔ "بیٹا کنھیّا! تم یہاں ٹھہرو میں جاتا ہوں۔ تمھارا میرے پاس رہنا ٹھیک نہیں۔ (نھتّو کو دیکھ کر) ہیں! یہ کون؟ یہ تو نھتّو ہے! (نھتّو کے پاس جاکر) تمھیں کس نے باندھا بھائی؟"

(میر صاحب نھتّو کے ہاتھوں کی رسّیاں کھولتے ہیں)

نھتّو۔ "بیٹا کنھیّا! تم مانے نہیں، بھاگ آئے! میر صاحب! آپ یہاں سے فوراً چلے جائیے اور کنھیّا کو لے جائیے! گامی خاں سب کو پھانسی دلوا رہا ہے۔ ابھی ابھی سب مولوی صاحب اور یوسف میاں کو بھی پکڑ کر لے گئے!"

میر صاحب۔ "کیا کہا! مولوی صاحب اور یوسف میاں پکڑے گئے ...؟"

نھتّو "یہ جاسوس کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سب کو چُن چُن کر مروا ڈالیں گے!"

کنھیا۔ (روانسانی ہوکر) "نتھو بابا! پتا جی کہاں ہیں ؟"

نتھو۔ "میر صاحب! آپ بھاگ جایئے۔ نہیں تو یہ آپ کو مار ڈالیں گے!"

میر صاحب۔ "اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گا؟ جب سب ساتھی پھانسی پا گئے!"

نتھو۔ "پرماتما کے لئے ایسا نہ کہیے۔ آپ چھپ جایئے، یہ آپ کی تلاش میں ہیں... آپ کو زندہ نہ چھوڑیں گے!"

میر صاحب۔ "تم کیوں ڈرتے ہو نتھو! میں مرنے سے نہیں ڈرتا! میں مرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جانتے ہو کس کے ہاتھوں سے؟"

نتھو۔ "کس کے ہاتھوں سے سرکار؟"

میر صاحب۔ "مادھو کے! اپنے بیٹے مادھو کے ہاتھوں سے۔ وہ جسے ان ہاتھوں نے پالا اور بڑا کیا۔ گودیوں میں کھلایا۔ آج میرے خون کا پیاسا ہے۔ میری جان کا لیوا ہے!"

کنھیا۔ "مادھو بھیا آپ کو مارنا چاہتے ہیں میر صاحب! نہیں، نہیں، نہیں، میں اُنھیں ایسا نہیں کرنے دوں گا!"

میر صاحب۔ "گلی گلی، کوچے کوچے میں مجھے ڈھونڈ رہا ہے وہ! میری تلاش میں ہے میں اُسے پریشان نہیں کروں گا۔ میں خود ہی اُس کے مکان پر آگیا۔ وہ شوق سے مجھے مار سکتا ہے!"

نتھو۔ "نہیں حضور! ایسا نہ کہیے۔ مادھو آپ کو نہیں مار سکتا۔ وہ آپ پر کیسے

ہاتھ اُٹھا سکتا ہے!"

(باہر گلی میں شور مچتا ہے۔ مادھو داخل ہوتا ہے۔ ہاتھ میں تلوار ہے۔
کنھیا اندر بھاگ جاتا ہے)

مادھو۔ (خوفناک ہنسی ہنستے ہوئے) "ہا۔ ہاہا!! جی ہاں! میر صاحب قبلہ کو کون مار
سکتا ہے؟ اِن پر کون ہاتھ اُٹھا سکتا ہے!"

ننھو۔ "کون مادھو بیٹا! تم آ گئے..... ؟"

مادھو۔ "او بڈّھے تُو مت بول۔ خبردار جو بیچ میں دخل دیا!"

(ننھو مادھو کے قریب جاتا ہے۔ مادھو، ننھو کو دھکا دیتا ہے)

میر صاحب۔ "واہ کیا بات ہے! مادھو! واہ! واہ! واہ!"

مادھو۔ "داد دے رہے ہیں حضور — ؟"

ننھو۔ "مادھو بیٹا! تم نے شراب پی رکھی ہے۔ تم اندھے ہو گئے ہو۔ تمھیں کچھ
نہیں دکھائی دیتا؟ دیکھو، میں ننھو..... میں..... تمھارا....."

(ننھو اٹھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر مادھو پھر دھکیل دیتا ہے)

مادھو۔ "آیئے بندہ نواز، تشریف لے چلیے۔ پھانسی کا تختہ آپ کا منتظر ہے!"

ننھو۔ "بٹیا مادھو! میر صاحب کو بھول گئے کیا؟"

مادھو۔ "ہم کیا جانیں، یہ کون ہیں؟" —

(گامی خاں اندر آتا ہے)

گامی خاں۔ "ہم تو صرف نلفے کو پہچانتے ہیں، کھولو انٹی....!"

ننھو۔ "بھائی گامی خاں! میں ہاتھ جوڑتا ہوں، میر صاحب کو چھوڑ دو!"

میر صاحب۔ "ننھو! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اِن کے جی میں جو آئے کر لینے دو!"

گامی خاں۔ "اچھا ننھو! تمھاری سفارش منظور! بولو میر صاحب سے کیا دلواتے ہو؟"

ننھو۔ "شرم نہیں آتی رشوت مانگتے؟ بُرا بول بولتے!"

گامی خاں۔ "اچھا بھائی! نہیں مانتے تو نہ سہی۔ پھر تو ہم مجبور ہیں!"

(ننھو اُٹھ کر گامی خاں کے قریب جاتا ہے۔ اُس کے پیروں سے لپٹ جاتا ہے۔ مادھو اُسے پرے دھکیلتا ہے۔ ننھو گامی خاں کی ٹانگیں مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ گامی خاں اُس کے بازو میں خنجر گھونپ دیتا ہے۔ ننھو زخمی ہو جاتا ہے۔ گامی خاں اور مادھو زور زور سے ہنستے ہوئے میر صاحب کو دھکیلتے ہوئے باہر لے جاتے ہیں)

(اسٹیج پر اندھیرا ہو جاتا ہے۔ ننھو کراہتا رہتا ہے۔ منشی جی لڑکھڑاتے داخل ہوتے ہیں۔ پیر میں جُوتی نہیں، کُرتا پھٹا ہے۔ میلا پاجامہ ہے۔ خون کے دھبے کپڑوں پر لگے ہیں۔ بال بکھرے ہیں ہاتھ میں تلوار ہے)

منشی جی۔ (دُور ڈیوڑھی سے) "ننھو ——!"

ننھو۔ "آہ! آہ!! آہ!!! —— ہائے! ہائے! ہائے!"

(منشی جی ننھو کے قریب آتے ہیں)

منشی جی۔ "ہیں! یہ کیا؟ تمھیں کسی نے زخمی کیا۔ ۔ ۔ ۔ ؟"

نتھو۔ "ہائے! ہائے!۔ ۔ ۔ منشی ۔ ۔ ۔ جی ۔ ۔ ۔ صاحب ۔ ۔ ۔ !"

منشی جی۔ (نتھو کے پاس بیٹھ کر) "نتھو! بولو ۔ ۔ ۔ بولو ۔ ۔ ۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

(کنھیا زنانخانے سے دوڑ کر باہر آتا ہے)

کنھیا۔ (منشی جی سے چمٹ کر) "پتاجی! — پتاجی! — آپ آگئے —! یہ کیا آپ خون میں نہائے ہیں۔ (رو کر) پتاجی ۔ ۔ ۔ !"

منشی جی۔ "بیٹا کنھیا!"

کنھیا۔ "پتاجی! مادھو بھیا میر صاحب کو پکڑ کر لے گئے۔ وہ انھیں پھانسی دے دیں گے۔ وہ انھیں مار ڈالیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ چلیے ۔ ۔ ۔ چلیے ۔ ۔ ۔ پتاجی! میر صاحب کو بچا لیجیے ۔ ۔ ۔ میر صاحب کو بچا لیجیے پتاجی ۔ ۔ ۔ !"

(کنھیا بے اختیار رونے لگتا ہے)

منشی جی۔ "نہ رو میرے بیٹے! نہ رو ۔ ۔ ۔ تم یہاں ٹھہرو، میں جاتا ہوں!"

کنھیا۔ "میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا!"

نتھو۔ (منشی جی کو جاتے دیکھ کر) نہیں، نہیں، نہیں، آپ نہ جائیے ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ۔ ۔ ۔ آپ کو مار ڈالیں گے!"

(منشی جی نتھو کا ہاتھ تھام لیتے ہیں۔ کچھ دیر اُس کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر اُٹھ کر چلنے لگتے ہیں۔ گلشن داخل ہوتی ہے۔ بال کھلے ہیں۔ بھیانک

شکل ہے۔ ہاتھ میں خنجر ہے)

گلشن۔ "آج میں کسی کا خون پیوں گی۔ آج میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی!"

(کنھیا ڈر کے مارے منشی جی سے چمٹ جاتا ہے)

گلشن۔ "انھوں نے مجھے سمجھا کیا ہے۔ میں اب کسی کی بات نہ مانوں گی۔ گامی خاں غدار، وطن کا دشمن ....."

منشی جی۔ "گلشن ——!"

(گلشن آہستہ آہستہ منشی جی کی طرف بڑھتی ہے)

گلشن۔ "میں اپنے شیخو کا بدلہ لے کر رہوں گی ..... شیخو! .... بیٹا شیخو! ...."

(گلشن منشی جی کے قریب پہنچ کر خنجر اٹھاتی ہے۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے) منشی جی صاحب! میں مر گئی! برباد ہو گئی!! تباہ ہو گئی!!! میرا گھر کھود ڈالا .... میرے بچے کو چھین کر لے گئے ..... انھوں نے میرے بچے کو مار ڈالا .... شیخو! .... میرا چاند .... میرا لاڈلا!!"

(گلشن کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں)

گلشن۔ "ہائے! ہائے!! منشی جی صاحب! .... دِلی مٹ گئی .... دلی برباد ہو گئی .... مر گئی دلی .....!"

منشی جی۔ (گلشن کے الفاظ دہرا کر) "دِلی مٹ گئی .... دلی برباد ہو گئی .... مر گئی

دِلّی.... نہیں.... نہیں.... نہیں.... ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

(اسٹیج پر ہلکی سی روشنی ہو جاتی ہے)

منشی جی۔ "دلّی نہیں مر سکتی.... دِلّی نہیں مر سکتی.... دِلّی کبھی نہیں مر سکتی... وہ دیکھو.... وہ دیکھو.... اُجالا ہو رہا ہے.... شہیدوں کے خون سے دھرتی لال ہو رہی ہے.... اِس مٹّی میں آزادی کا بیج اُگے گا.... دِلّی زندہ رہے گی.... دِلّی ہمیشہ زندہ رہے گی.... (منشی جی نڈھال ہو جاتے ہیں) ہندوستان آزاد ہو گا...."

(منشی جی دم توڑ دیتے ہیں۔ گلشن کنھیّا کو سینے سے لگا لیتی ہے)

(پردہ)

(کتبہ نظام الدین خوشنویس۔ ۱۷۰ چوڑی والان۔ دہلی)

آپ کا ڈرامہ پڑھا۔ دِلّی والوں کی بامحاورہ اور جاندار زبان ناٹک کی خوبیاں ہیں طبیعت اُکتاتی نہیں۔ دو تین کرداروں کے چرتر خاصے اُبھرے ہیں۔ عام شہریوں کی زندگی کی جھلک نے فضا میں نکھار پیدا کر دیا ہے۔

ناٹک میں طاقتوں کا مقابلہ ہے جس کی بُنیاد پر اس کی عمارت تیار ہوتی ہے۔ پردوں کی ترتیب میں کچھ اور کسنے کی گنجائش ہے۔

سٹیج پر کھیلے جانے پر اس ناٹک کی ساری خوبیاں اُجاگر ہو جائینگی۔

جگدیش چند ماتھر

آئی۔ سی۔ ایس

ڈائرکٹر جنرل آل انڈیا ریڈیو

مرزا پھویا

و دیگر ریڈیائی ڈرامے!

دِلّی کی ٹھیٹھ ٹکسالی زبان میں لکھے ہوئے دلچسپ ڈراموں کا مجموعہ۔ جو کئی بار ریڈیو سے نشر بھی ہو چکے ہیں۔

مہیشور دیال
کا ایک اور شاہکار